بحث و نظر

رویت ہلال کے مسائل کا ایک نیا تجزیہ

علمائے کرام کی خدمت میں چند انتہائی اہم معروضات

ڈاکٹر عمر افضل

ڈاکٹر سید معین الدین قادری صاحب کا مقالہ "تمام اقطاع عالم میں عید الاضحیٰ ......" (تحقیقاتِ اسلامی جلد ۷، شمارہ ۳ صفحہ ۵۶ - ۸۹) اردو داں علما، دین کو عید الاضحیٰ اور ضمناً رویت ہلال کے مسائل پر ایک نئے انداز سے غور و فکر کی دعوت دیتا ہے. میری یہ تحریر اہلِ علم کے سامنے مسئلہ کا صحیح رخ رکھنے کی ایک کوشش ہے۔

ضمناً قادری صاحب کے اٹھائے ہوئے مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس مختصر مقالے میں میری کوشش یہی ہوگی کہ رویت ہلال کے موضوع سے متعلق اہم فنی مباحث کو چھیڑ دیا جائے۔ تفصیلات کے لیے حوالہ جات فراہم کردیے جائیں۔ جو لوگ عربی، اردو اور انگریزی تینوں میں درک رکھتے ہیں ان کے لیے مباحث کو سمجھنا مشکل نہیں ہوگا۔ جو لوگ انگریزی سے کماحقہٗ واقف نہیں ان کے لیے فنی تفصیلات کہیں کہیں دے دی گئی ہیں۔ ضرورت محسوس ہو تو مزید تفصیلات کے لیے مجھ سے ربط قائم کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر معین الدین قادری صاحب نے اپنی اس رائے کو کہ "سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ امر واجب ہوگیا ہے کہ وہ ام القریٰ کے معیاری وقت سے اپنے ملکوں کے ایام و اوقات میں توافق و مطابقت پیدا کرکے اس بات کی پابندی کریں کہ..... عید الاضحیٰ اسی مناسبت سے منائیں جبکہ منیٰ میں یوم النحر ہو" دلائل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ماہرین اسٹرانمی وطبعیات، ریاضی اور جغرافیہ سے اپنی رائے کی توثیق کا دعویٰ (صفحہ ۶۰ پیرا ۲) بھی کیا ہے۔ ان کے مقالہ کے مباحث کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ قرآنی اصطلاح "ایام معدودات" سے دنیا کے سارے مسلمانوں کے لیے

ام القریٰ کی تواریخ واوقات کی متابعت کا مفہوم متبادر ہوتا ہے۔ جب بھی اور جہاں بھی مسلمانان عالم کو ان ایام کی متابعت میں عید کی عبادات جاری رکھنے کی مصدقہ اطلاعات اور سہولتیں حاصل ہوجائیں تو ان پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ مقامی تاریخوں سے صرفِ نظر کرکے ام القریٰ کے ایام معدودات کو ترجیح دیں (صفحہ ۷۹، پیرا ۲)

(ب) بہت سے مسلمان ملکوں نے اپنے یہاں عیدالاضحیٰ کی تاریخیں حج کی تاریخوں سے مربوط کررہی ہیں جیساکہ "عبارۃ النص" سے ثابت ہے۔ اس لیے ہندوپاک ہی کیوں "اقتضاء النص" کی پیروی سے محروم رہیں (صفحہ ۶۷، پیرا ۲)

(ج) مکہ میں 'یوم النحر' کے کسی جزء کا مل جانا دنیا کے کسی گوشے میں عیدالاضحیٰ اسی دن منانے کے لیے کافی ہے۔

(د) عیدالاضحیٰ کی تمام عبادات مکہ میں 'یوم النحر' کے دن منائی جانی چاہئیں (چاہے وہ مکہ کے اوقات سے قبل ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑیں۔) اگر اس کے باوجود کچھ ممالک میں یوم النحر کا کوئی حصہ نہیں مل پاتا تو بھی کیا مضائقہ۔ بقیہ مسلمان کیوں اس 'وحدت یوم النحر سے محروم رہیں؟ (صفحہ ۸۳، پیرا ۱)

ان کے ذہنی خلجان کا سبب ہندوپاک میں رمضان وعیدین میں سعودی عرب کی بہ نسبت ایک یا ۲ دن کی تاخیر ہے۔ سعودی عرب میں عیدین اور رمضان کے ایام کا سرکاری اعلان ہندوپاک ہی نہیں رویت پر اعتماد کرنے والے سارے ملکوں کی بہ نسبت ایک اور کبھی کبھی دو دن قبل سالوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ کویت اور خلیج کی دوسری ریاستیں، لبنان اور اکثر اردن اور مصر بھی سعودی عرب کا ساتھ دیتے ہیں۔ عراق اور عمان بین بین ہیں۔ شام اور لیبیا نے بھی سوڈان کی طرح اب سعودی عرب کا اتباع شروع کردیا ہے۔ قادری صاحب کو یقین ہے کہ "سعودی عرب کے سرکاری اعلانات مکے کے کھلے افق پر چشم دید رویت" کی بنیاد پر ہی کیے جاتے ہیں (صفحہ ۶۱، پیرا ۲) ہندوپاک کے اکثر علما فقہی بنیادوں پر سعودی عرب کے اعلانات سے صرفِ نظر کرکے مقامی رویت پر اعتماد کرتے آرہے ہیں اس لیے قادری صاحب نے ایک جدید علمی دلیل کہ مکرمہ (ام القریٰ) کو میریڈین (Meridian) تسلیم کرانے پر خاصا زورصرف کیا ہے۔ مکہ مکرمہ کی ام القریٰ کی حیثیت سے انکار کس مسلمان کو ہوگا؟ مگر قرآنی اصطلاح کا یہ جدید مفہوم بہت سے لوگوں کو مسحور

کرنے کے لیے کافی ہے۔ 'میریڈین' اور "تاریخ کی بین الاقوامی لائن" (IDL) عالمی مفروضات ہیں صرف مسلمانوں کے اور وہ بھی صرف عیدالاضحیٰ کے لیے مکہ مکرمہ کو 'میریڈین' مان لینے کی تجویز سے ہو سکتا ہے کچھ لوگ مطمئن ہو جائیں مگر نہ یہ مسئلہ کا حل ہے اور نہ ہی علمی حلقوں میں اسے مقبولیت حاصل ہو سکے گی۔ اگر 'میریڈین' کی اصطلاح کو درمیان میں لائے بغیر صرف یہی کہا جاتا کہ عیدالاضحیٰ کے لیے تمام مسلمان مکہ مکرمہ میں اعلان کردہ حج کی تاریخوں کا اتباع کریں اور منیٰ میں یوم النحر کو "عالمی یوم الاضحیٰ" تسلیم کریں تو بھی تجویز میں کوئی کمی نہیں تھی

ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کو اسلامی قمری کلینڈر کے لیے مرکزی حیثیت دینے کی یہ تجویز کوئی نئی نہیں ہے۔ حسین فتحی، مشہور مصری ماہر فلکیات نے ۱۹۷۸ء میں (کیف توحد التقویم الھجری فی العالم الاسلامی: صفحہ ۲۲) یہ تجویز پیش کی تھی۔ ان کے سامنے صرف انڈونیشیا سے مراکش تک پھیلے ہوئے مسلم ممالک کے درمیان 'وحدت تقویم' کا مسئلہ تھا۔ بعد میں اسے مختلف انداز سے دہرایا جاتا رہا ہے مگر اسی طرح سے کہ جن مسلم ملکوں میں رات کا کوئی حصہ بھی مکہ مکرمہ کے ساتھ مشترک ہوتا ہے وہ ایک ہی دن قمری مہینہ شروع کریں۔ گزشتہ ۲۵-۲۰ سالوں سے عملاً صورت حال یہ ہے کہ سعودی عرب میں رمضان اور عیدین کی تاریخیں دنیا کے دوسرے علاقوں میں رویت کی مصدقہ تاریخوں سے ہمیشہ ایک یا دو دن قبل ہوتی ہیں اور اچھے خاصے پڑھے لکھے مسلمان حرمین شریفین سے اپنے جذباتی لگاؤ کی بنا پر اسے ایک حقیقت تسلیم کرنے لگے ہیں کہ وہاں بقیہ دنیا سے ایک یا دو دن قبل رویت نہ صرف عین ممکن بلکہ کلیتہً درست ہے۔ ڈاکٹر قادری کی تجویز میں بھی یہ مفروضہ موجود ہے کہ مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کی رویت بقیہ دنیا سے ہمیشہ لازماً پہلے ہوگی۔ اگر ان کی میریڈین کی تجویز کو قبول کر لیا جائے تو یہی مفروضہ ہر مہینے کے لیے ہوگا۔ یہ واضح نہیں کہ کیوں نہ ان کے انہی دلائل کی بنیاد پر صرف عیدالاضحیٰ نہیں بلکہ رمضان اور عیدالفطر اور سارے قمری مہینوں کے لیے عالمی رویت کو مکہ مکرمہ کے تابع کر دیا جائے۔

علمی کوششیں

مجھے خوشی ہے کہ ہندوستان میں بھی کم از کم مقالہ نگار کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق متعلقہ موضوعات پر حیدرآباد میں مسلسل ورکشاپ کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت

ابن عباسؓ اور عمر ابن عبدالعزیزؒ نے رویت کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی تھی اس پر ابن عابدین نے احکام ہلال رمضان، ابن السبکی نے 'العلم المنشور فی اثبات الشہور' اور دوسرے مسلم علماء افلاک نے اپنے رسالے لکھے ہیں شیخ بخیت نے 'ارشاد اہل الملۃ الی اثبات الاہلۃ' طنطاوی جوہری نے 'رسالۃ الہلال' اور شیخ عبدالرحمٰن تاج نے 'رسالۃ الصوم' میں مسئلہ کا حل پیش کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بہت سے مسلم علماء و محققین نے اس صدی میں متعلقہ مسائل پر اپنی رائے کسی نہ کسی شکل میں پیش کی ہے۔ عربی میں ہر سال اس موضوع پر علماء ازہر، شیخ بن باز، شیخ طنطاوی، احمد اللہیب اور الشرق الاوسط کے کالم نگار تک خامہ فرسائی کرتے رہتے ہیں۔ مگر موضوع کے مختلف پہلوؤں سے ناواقفیت اور تمام مسائل کو محض شہادت، خبر، اختلاف مطالع کے قبول یا عدم قبول جیسے مباحث کی روشنی میں حل کرنے کی وجہ سے کوئی مثبت نتیجہ نہیں برآمد ہو سکا ہے۔ مسلم امت ہر سال ہی عیدین اور رمضان کی ابتداء پر علماء کے اختلاف و افتراق کا نشانہ بنتی ہے۔ عموماً تین اور کبھی کبھی چار مختلف دنوں میں عیدین منائی جاتی ہیں۔ اکثر یہ اختلاف مسلسل نزاع اور مار پیٹ کی شکل اختیار کر لیتا ہے ابھی حال میں عید الفطر ۱۴۱۲ھ کے موقع پر پشاور میں چالیس آدمیوں کے گولیوں سے زخمی ہونے اور اسکندریہ، قاہرہ، لندن وغیرہ میں مسجدوں میں پولیس کی مداخلت اور تالا ڈالنے کی خبریں آچکی ہیں۔

سائنسی تحقیقات

مغربی دنیا نے دوسری جنگ عظیم سے پہلے سے ہی رویت ہلال کو سائنسی تحقیق کے دائرے سے خارج کر دیا تھا۔ دوربینوں اور ریڈیائی لہروں کی مدد سے چاند کے ہر خطہ کی اتنی تفصیلی معلومات مل گئی تھیں کہ رویت کی نہ ضرورت رہی اور نہ اہمیت۔ یہودیوں نے چوتھی صدی عیسوی سے ہی اپنے قمری مہینوں کی ابتدا کے لیے ہیلر [illegible] کے تجویز کردہ غیر مرئی نئے چاند کا حسابی طریقہ (اسپر: ۱۹۵۲، صفحہ ۲) اپنا لیا تھا۔ ہندوؤں کے قمری کیلنڈر کے لیے کبھی مرئی ہلال کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ صرف مسلم امت کے لیے اس کی اہمیت تھی اور جدید سائنسی دنیا میں نہ ان کی کوئی حیثیت تھی اور نہ اہمیت۔ آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے جب رویت ہلال کے موضوع پر فنی کتابوں اور مضامین کی تلاش ہوئی تو خلاف توقع بہت کم ہی مواد حاصل ہو سکا۔ زیادہ تر مغربی ماہرین قدیم بابل، ہندو

ماہرین افلاک، البیرونی اور دوسرے لوگوں کے مسودات میں گم تھے۔ فرانسیسی نژاد دانژوں (Dajon : 1932) کے مشہور مضمون کے بعد کوئی علمی کام نہ نظریاتی بنیادوں پر ہوا تھا اور نہ فنی اور مشاہداتی پہلوؤں پر مشہور رسالہ (Sky-Telescope) میں اگست ۱۹۷۱ء اور فروری ۱۹۷۲ء میں دو مختصر سے مضامین میں چند اولین رویت کے مشاہدات کی بنا پر اخذ کردہ نتائج کا تذکرہ تھا۔ ۱۹۷۷ء میں برون (Bruin) کا ایک اہم مضمون منظر عام پر آیا اور اسی سال شکاگو کی ایک کانفرنس میں ڈاکٹر ایدالی نے اپنا اہم مقالہ پیش کیا اور اس موضوع پر تحقیقات کے نتائج پر روشنی ڈالی۔ ملائشیا کے ڈاکٹر الیاس نے اپنے مضامین میں اسلامک کلینڈر کمیشن استانبول کے معیار پر تنقید کی سب سے زیادہ اہم حسن احمد مینائی مرحوم کے چار مضامین تھے جو ۱۹۸۰ء میں Islamic Order میں شائع ہوئے۔ ۱۹۸۴ء میں ڈاکٹر الیاس کی کتاب منظر عام پر آئی اور اب جولائی ۱۹۸۷ء میں IIIT کی طرف سے منعقد کردہ جون ۱۹۸۷ء کی کانفرنس کی Proceedings شائع ہوگئی ہیں۔

علمی مجالس اور کانفرنس

اسلامی کلینڈر کے مسائل پر کویت (۱۹۷۳) اور استانبول، ترکی (۱۹۷۸) میں منعقدہ کانفرنسوں میں غور کیا گیا اور علماء و ماہرین کے اتفاق سے کچھ قراردادیں بھی منظور کی گئیں مگر ان پر عمل درآمد کون کرائے؟ اسلامی کلینڈر کمیشن کی ۱۹۸۶ء میں منعقدہ مکہ کانفرنس میں اگلے دو سالوں کی متفقہ طور پر طے کردہ اسلامی ہجری تاریخوں پر ۲۶ ممبروں اور مدعوین نے دستخط ثبت کیے اور سعودی وزارت اوقاف نے اپنے لٹریچر پر ان تاریخوں کو پوری دنیا میں تقسیم کیا مگر جب عمل کا وقت آیا تو خود سعودی عرب (اور کویت وغیرہ) نے ان میں سے کسی تاریخ کی پابندی نہیں کی حالانکہ اس پر سب سے پہلا دستخط سعودی وزیر اوقاف کا تھا۔ مجمع البحوث الاسلامیہ کی موتمرات میں ۱۹۶۵ء سے ان مسائل پر غور و خوض ہوتا رہا ہے۔ امریکہ میں اختلاف رائے کو دور کرنے کے لیے ۱۹۸۲ء میں اسنا (ISNA) نے شکاگو میں دو روزہ کانفرنس بلائی مگر اس کا سارا زور فقہی نقطۂ نظر خصوصاً اختلاف مطلع کے اعتبار و عدم اعتبار پر مرکوز رہا۔ جو لوگ فنی موضوعات پر بولے بھی (جن میں راقم الحروف، ڈاکٹر کمال ابدالی اور چارلس الیونز شامل تھے) ان کی باتیں غیر متعلق مباحث کی نذر ہوگئیں۔ جون ۱۹۸۷ء میں IIIT نے چند ماہرین فلکیات کو دو روزہ کانفرنس میں جمع کیا جس میں

خلاصے بحث و مباحثہ کے بعد رویت ہلال کے سلسلے میں چند اہم فنی تجاویز منظور کیں (اس کانفرنس میں پیش کردہ اکثر مقالات جو انگریزی میں ہیں اور جس میں راقم الحروف کا بھی ایک اہم طویل مضمون شامل ہے جولائی ۸۸ء میں کتابی شکل میں منظرِ عام پر آ گئے ہیں) حال ہی میں پھر IIIT نے دوبارہ چند ماہرین کی مجلس بلائی تھی۔ ۱۱ جون ۸۸ء کو رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے نیویارک شہر میں منعقدہ ایک روزہ سیمینار میں جہاں فنی پہلوؤں پر نیول آبزرویٹری کے ڈاکٹر ڈائگٹ اور ڈاکٹر رؤف امام نے روشنی ڈالی وہیں شہادت، خبر، اختلافِ مطالع، وحدتِ تقویم ہجری وغیرہ پر علماء اور فنی ماہرین نے سیر حاصل مقالات پڑھے۔ ۱۰-۸ اکتوبر ۹۱ء کو ملائشیا میں ڈاکٹر محمد الیاس کی سرکردگی میں ایک عالمی کانفرنس بلائی گئی تھی۔ حسبِ معمول اس میں ۱۸ نکات پر مشتمل ایک قرارداد منظور کرائی گئی ہے جس میں عالمی اسلامی تقویم کی وحدت کا جذباتی نعرہ بھی موجود ہے۔ علمی اور تحقیقاتی مقالے تو کم ہی تھے زیادہ زور اس پر تھا کہ وحدتِ ایام کو مسلمانوں میں مقبول کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ یہ علمی کوششیں جاری ہیں اور ان شاء اللہ علماء دین اور ماہرین کے تعاون سے اولین رویت کے مسائل کو حل کیا جا سکے گا۔ (رویت ہلال کے علمی پراجکٹ میں حصہ لینے کے خواہشمند حضرات کمیٹی سے میرے پتہ پر رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔)

وحدتِ تقویم ہجری

یہ نعرہ کہ دنیا بھر کے سارے مسلمان عیدالاضحیٰ (اور عیدالفطر وغیرہ) ایک ہی دن مناکر وحدتِ امت کا جیتا جاگتا ثبوت فراہم کریں۔ بہت سے حلقوں کی طرف سے بڑے شد و مد سے لگایا جاتا ہے۔ مگر کیا اس نعرہ کا حقیقی مفہوم بھی ان لوگوں کو معلوم ہے۔ مجھے اس کے بارے میں شبہ ہے۔ کرۂ ارض پر بکھرے ہوئے مسلمانوں کے لیے اس نعرہ کے مضمرات پر غور کرنے کی ضرورت تو کبھی محسوس ہی نہیں کی گئی اور اگر کسی نے دبی زبان سے کوئی سوال اٹھانا چاہا تو نعرہ کی رٹ لگانے والوں نے اپنے شور میں اس کی آواز دبالی۔ اگر 'وحدتِ ایام' کے نعرہ کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک ہی (عالمی شمسی، عیسوی تاریخ / دن) کو اپنی عیدین وغیرہ منائیں تو نہ صرف یہ ایک ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش ہے بلکہ ہماری جہالت کا ثبوت بھی تاریخ و ایام کی مطابقت کے لیے

مندرجہ ذیل نکات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

ا۔ اسلامی دن

اسلامی دن دنیا کے ہر مقام پر عموماً غروبِ آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور اگلے دن غروبِ آفتاب تک (۲۴ گھنٹے) رہتا ہے۔ اس عموم کی مستثنیات میں یوم عرفہ اور یوم النحر ہیں اور وہ بھی صرف مکہ مکرمہ میں موجود حجاج کرام کے لیے جو یوم عرفہ کی ابتداء نویں ذی الحجہ کی فجر سے کرتے ہیں اور دسویں کی فجر تک وقوفِ عرفات کے مناسک پورے کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ان کے لیے 'یوم النحر' کی ابتدا، دسویں ذی الحجہ کو طلوع آفتاب سے ہوتی ہے۔

ب۔ اسلامی تاریخ

اسلامی دن اور اسلامی تاریخ کی تعریف ایک ہی ہے۔ دنیا کے ہر مقام پر اسلامی تاریخ غروبِ آفتاب سے شروع ہوتی ہے اور اگلے دن غروب تک باقی رہتی ہے۔

ج۔ اسلامی قمری ماہ

اسلامی قمری ماہ غروبِ آفتاب کے بعد ہلال کی رویت سے شروع ہوتا ہے اور اگلے مہینے کی اوّلین رویت تک جو ۲۹ یا ۳۰ دن کے بعد ہوگی باقی رہتا ہے جیسا کہ صحاح ستہ کی مشہور روایات سے ثابت ہے۔ ہلال کی اولین رویت ہر مہینے دنیا کے کرہ پر ایک الگ مقام سے شروع ہوتی ہے جیسا کہ آگے دی ہوئی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے۔ (دیکھئے نقشہ ۱)

د۔ اصطلاحی دن

قمری دن کے برخلاف اصطلاحی دن رات کے ۱۲ بجے سے شروع ہوتا ہے اور اگلی رات ۱۲ بجے تک رہتا ہے۔

اصطلاحی دن کو دنیا کے ۲۴ ٹائم زونوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے نقشہ ۲)

نقشہ ۱

A

یکم شعبان ۱۳۹۹ھ — اولین رویت کا امکان — ۲۵ جون ۱۹۷۹ء

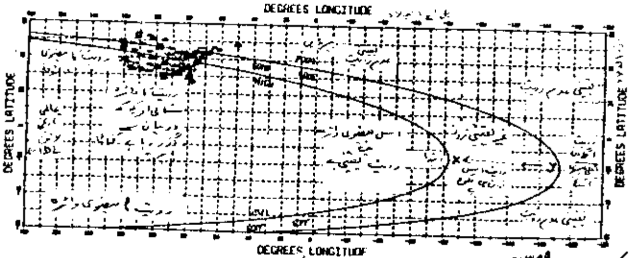

یکم رمضان ۱۳۹۹ھ — اولین رویت کا امکان — ۲۵ جولائی ۱۹۷۹ء

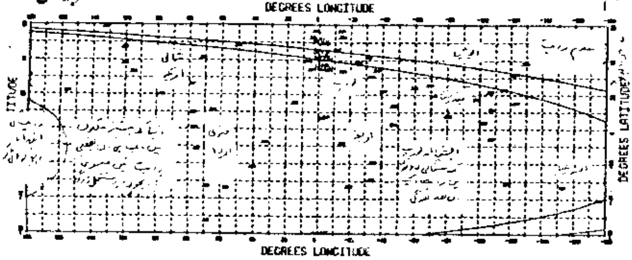

B

یکم شوال ۱۳۹۹ھ — اولین رویت کا امکان — ۲۳ اگست ۱۹۷۹ء

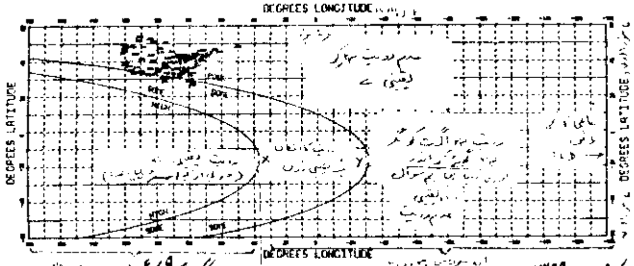

یکم شوال ۱۳۹۹ھ — ۲۴ اگست ۱۹۷۹ء

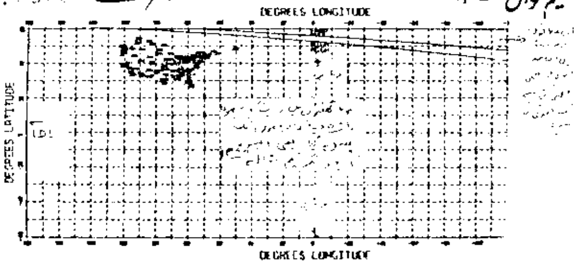

نقشہ ۲

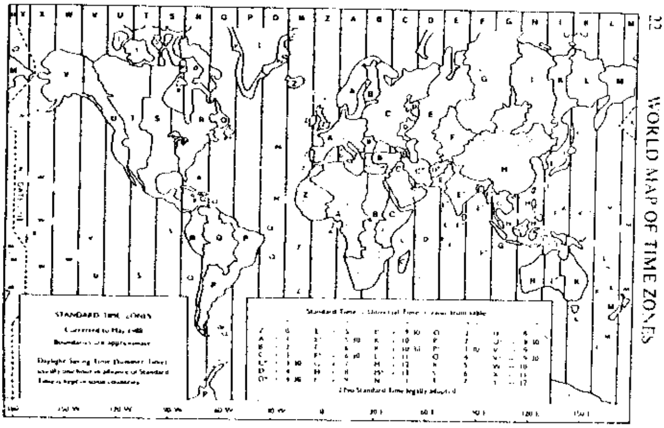

ایک ٹائم زون میں واقع تمام مقامات پر (رات ۱۲ بجے) ایک ہی وقت ہوتا ہے جبکہ چند گز دور مغرب میں واقع مقام پر جو دوسرے زون میں ہے رات کے ۱۱ بجے ہوں گے (ابھی تک سعودی عرب نے اپنے لیے کوئی اسٹینڈرڈ ٹائم طے نہیں کیا ہے) اصطلاحی اور قمری دن کا فرق یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

قمری دن/تاریخ = غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک + پورا دن

اصطلاحی دن/تاریخ = ۱۲ بجے رات سے طلوع آفتاب تک + پورا دن + اگلی رات غروب سے ۱۲ بجے تک۔

۳۔ عیسوی تاریخ

عیسوی تاریخ کی ابتدا ہمیشہ عالمی تاریخی لائن (IDL) سے ہوتی ہے جو ۱۸۰ درجہ مشرقی طول البلد پر فرض کر لی گئی ہے۔ سیاسی حدود کی وجہ سے چند جگہ خم کھانے کے باوجود یہ لائن شمالاً جنوباً سیدھی ہے۔ (IDL) کے مغرب میں ایک تاریخ ہوتی ہے اور اس کے مشرق میں دوسری (سوائے رات میں ۱۱ بج کر ۵۹ منٹ ۵۹ سکنڈ کے بعد والے سکنڈ پر ایک مفروضہ لمحے کے) یہ مفروضہ عالمی تاریخی لائن بحر الکاہل میں ہے اور کسی ملک یا

شہر کے درمیان سے نہیں گزرتی۔ اگر اس مفروضہ عالمی تاریخی لائن کے دونوں طرف ۲ بحری جہاز صرف سو گز کے فاصلے سے کھڑے ہوں تو مغربی سمت میں واقع جہاز پر اگر ۲۵ جنوری ہے تو مشرق میں کھڑے جہاز پر ۲۴ جنوری ہوگی۔ جن لوگوں نے آسٹریلیا یا جاپان سے مشرق کی طرف امریکہ کا سفر کیا ہے وہ اس نکتہ سے بخوبی واقف ہیں اس لیے کہ انھیں وقت ہی نہیں تاریخ بھی تبدیل کرنا پڑتے ہیں۔

۷۔ مریڈین

مریڈین کا تصور بہت پرانا ہے مگر گرینوچ (انگلینڈ) کو ساری دنیا کے لیے مریڈین تسلیم کرنے کا عالمی مفروضہ سو سال سے کچھ ہی زیادہ پرانا ہے۔ مریڈین کی ضرورت دنیا کے مقامات اور ان کے اوقات کو صحیح طور سے متعین کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ پوری دنیا کو شمالاً جنوباً ۳۶۰ درجات (مریڈین کے مشرق میں ۱۸۰ اور اس کے مغرب میں ۱۸۰ جو اصلاً ایک ہی مشترک لائن ہیں) میں تقسیم کر کے ٹائم زون طے کر لیے گئے ہیں۔

بظاہر تو اوپر دئے ہوئے اصولوں میں کوئی الجھن نظر نہیں آتی مگر مندرجہ ذیل مثال سے پیچیدگیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں غروب آفتاب ہوتے ہی جمعہ ۱۲ شوال کی تاریخ شروع ہوگئی۔ (اصطلاحی/شمسی دن/تاریخ تو جمعرات ۲۸ مئی کی رات میں ۱۲ بجے تک مانے جائیں گے) مدینہ منورہ جہاں ابھی سورج غروب نہیں ہوا جمعرات ۱۱ شوال ہے۔ مراکش، لاس انجلیز اور ہوائی کے جزائر میں جہاں سورج مکہ مکرمہ کے ۵، ۹ اور ۱۱ گھنٹے کے بعد ڈوبے گا ابھی جمعرات ۱۱ شوال ہی ہے۔ مگر جکارتا، بمبئی، کراچی، عدن اور طائف میں جہاں سورج مکہ مکرمہ سے پہلے غروب ہو چکا تھا ۱۲ شوال غروب کے بعد گھنٹوں پہلے شروع ہو چکی تھی۔ اب ایسی شکل کو قمری مہینہ کی ۲۹ تاریخ پر منطبق کیجیے۔ جکارتا سے طائف تک ذی قعدہ کا ہلال نظر نہیں آتا ہے نہ ہی وہاں حسابی طبعی قاعدوں کے مطابق رویت کا امکان تھا (تفصیلات کے لیے دیکھئے نقشہ ع۱، ۳) عدم رویت کی بنیاد پر ان سارے مقامات پر شوال کی ۳۰ تاریخ ہے۔ مکہ مکرمہ میں رویت ہوگئی جس کا عین امکان تھا اس لیے وہاں ۳۰ شوال کے بجائے یکم ذی قعدہ ہے۔ مکہ مکرمہ کے مغرب میں واقع تمام مقامات پر رویت کی وجہ سے ہی

نقشہ ۳

A

رویت یورپ اور مغربی افریقہ سے شروع ہو رہی ہے

خريطة بيانية لبداية الأشهر القمرية وحدود المناطق التي يمكن ان ترى عليها الأهلة لاول مرة من سطح الأرض

KAMERİ AYBAŞLARININ BAŞLANGIÇLARI İLE HİLALİN GÖRÜLEBİLİRLİK SINIRLARINI GÖSTERİR HARİTA

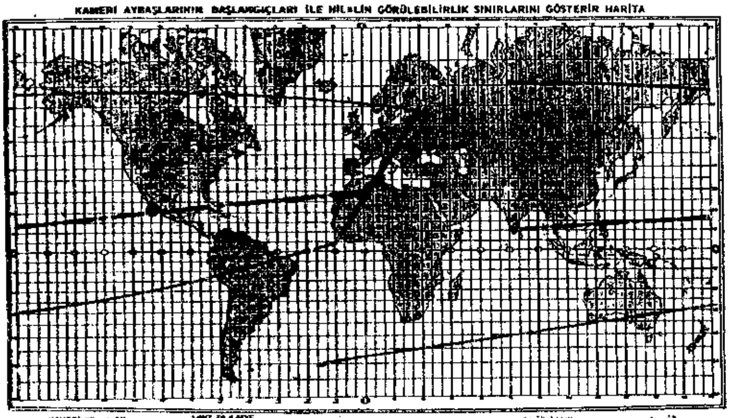

1407 ZİLKADE

27 Haziran 1987 CUMARTESİ

B

رویت مغربی کناڈا سے شروع ہو رہی ہے

خريطة بيانية لبداية الأشهر القمرية وحدود المناطق التي يمكن ان ترى عليها الأهلة لاول مرة من سطح الأرض

KAMERİ AYBAŞLARININ BAŞLANGIÇLARI İLE HİLALİN GÖRÜLEBİLİRLİK SINIRLARINI GÖSTERİR HARİTA

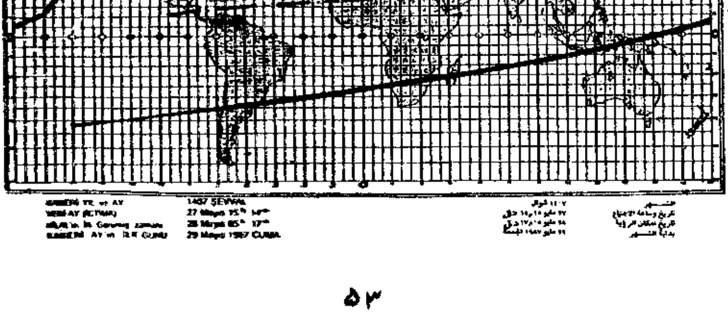

1407 ŞEVVAL

29 Mayıs 1987 CUMA

C رویت بحر ہند سے شروع ہو رہی ہے مگر سودی عرب دائرے سے باہر ہے

خريطة بيانية لبداية الأشهر القمرية وحدود المناطق التي يمكن ان ترى عليها الأهلة لاول مرة من سطح الأرض

KAMERİ AYBAŞLARININ BAŞLANGIÇLARI İLE HİLALİN GÖRÜLEBİLİRLİK SINIRLARINI GÖSTERİR HARİTA

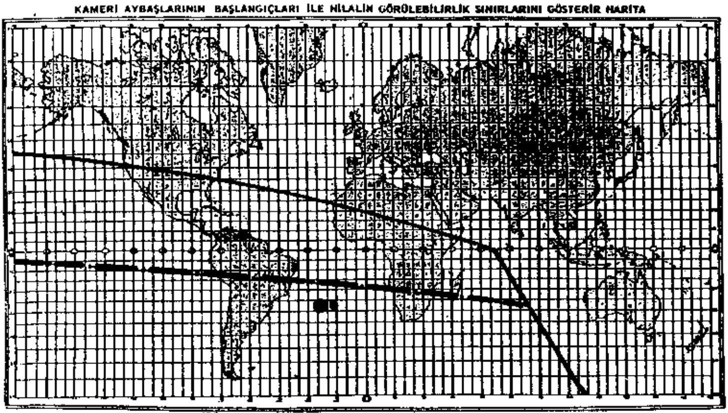

KAMERİ YIL ve AY	1407 Cemazıyelevvel
YENİ AY (İÇTİMA)	31 Aralık 03 11
HİLAL'in İlk Görünüş zamanı	31 Aralık 13 39
KAMERİ AY'ın İLK GÜNÜ	1 Ocak 1987 PERŞEMBE

D رویت سودی عرب سے گزرنے کے بعد شروع ہو رہی ہے

خريطة بيانية لبداية الأشهر القمرية وحدود المناطق التي يمكن ان ترى عليها الأهلة لاول مرة من سطح الأرض

KAMERİ AYBAŞLARININ BAŞLANGIÇLARI İLE HİLALİN GÖRÜLEBİLİRLİK SINIRLARINI GÖSTERİR HARİTA

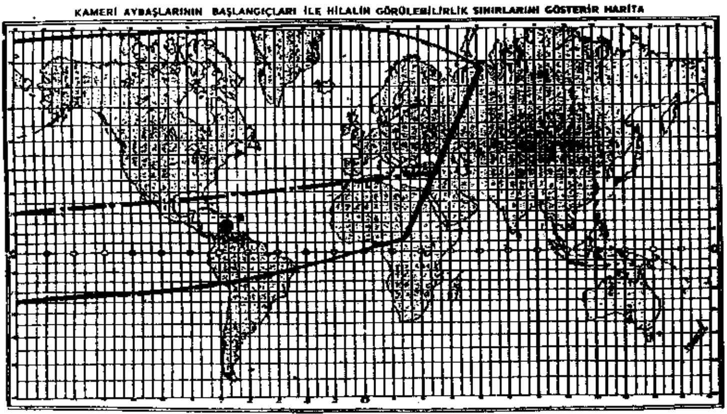

KAMERİ YIL ve AY	1407 Ramazan
YENİ AY (İCTIMA)	28 Nisan 01^h 35^m
HİLAL'in İlk Görünüş zamanı	28 Nisan 16^h 44^m
KAMERİ AY'ın İLK GÜNÜ	29 Nisan 1987 ÇARŞAMBA

E

رویت سے سعودی عرب اور یمن وغیرہ خارج ہیں

خريطة بيانية لبداية الأشهر القمرية وحدود المناطق التي يمكن ان ترى عليها الأهلة لاول مرة من سطح الأرض

KAMERİ AYBAŞLARININ BAŞLANGIÇLARI İLE HİLALİN GÖRÜLEBİLİRLİK SINIRLARINI GÖSTERİR HARİTA

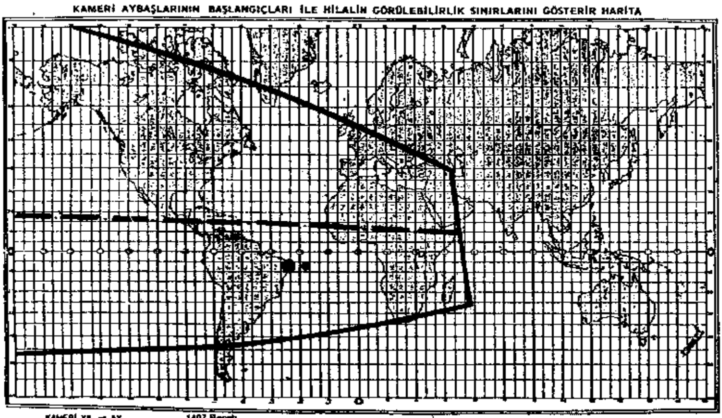

KAMERİ YIL ve AY	1407 Receb
YENİ AY (İÇTİMA)	28 Şubat 00ʰ 52ᵐ
HİLAL'in İlk Görünüş zamanı	28 Şubat 14ʰ 45ᵐ
KAMERİ AY'ın İLK GÜNÜ	1 Mart 1987 PAZAR

(نقشہ ۳) اولین رویت کے مقام ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Committee ∾ Crescent Observation

1069 Ellis Hollow Road ITHACA, N.Y. 14850 USA

First Sighting of the New Moon in 1992

This note gives an estimate of the date, time and place of the first sighting of new moon in the year 1992. The results are based on the rule that the best place and time for making the first sighting are where the Moon is vertically above the Sun at sunset i.e. their relative azimuth is zero, and where the apparent altitude of the moon at sunset is 10 degrees. If the sky is clear and the horizon is flat the actual sighting should occur before the Sun reaches an altitude of -5 degrees. If the Moon is first found with a pair of binoculars this will greatly improve the chances of seeing the phenomena with the naked eye.

The table gives the civil date and the universal time at sunset in UT for first sighting, the time between sunset and moonset in minutes, the longitude and latitude of the best place and the age of the Moon since new. The last column gives a rough geographical description of the place.

The time since new moon is shortest when the Moon is nearest to the Earth and longest when the Moon is furthest from the Earth.

Earliest Date, Time and Place

Date	Sunset (UT)	Time to Moonset	Longitude	Latitude	Moon Age	Place
1992	Hr:Mn	Min	Deg:Mn	Deg:Mn	Hrs.	
Jan. 6	0:58	49	W 107:45	N 13:11	25.8	Pacific, S. of Mexico
Feb. 4	19:26	57	W 28:42	N 34:44	24.4	Atlantic W.of Morocco
Mar. 5	12:13	67	E 84:35	N 47:25	22.8	North Xinjang, China
Apr. 4	2:34	67	W 120:27	N 46:08	21.5	W/Richland Washington
May 3	15:31	57	E 47:17	N 30:57	21.8	Northern Kuwait
June 2	1:12	50	W 103:29	N 9:46	21.3	Pacific, S. of Mexico
July 1	8:26	50	E 139:58	S 12:39	20.1	North of Australia
July 30	14:22	56	E 44:53	S 32:31	18.8	S. of Madagascar
Aug. 28	20:44	66	W 49:26	S 45:50	18.1	NE. of Falkland Isl.
Sep. 27	5:12	67	W 167:05	S 47:11	18.5	Pacific, W.of N.Zeal.
Oct. 26	16:56	57	E 21:50	S 34:28	20.4	Near Capetown S. Afr.
Nov. 25	7:57	50	E 153:26	S 12:42	22.8	S.E. of New Guinea
Dec. 25	0:27	49	W 100:42	N 11:20	23.7	Pacific, S. of Mexico

May 9, 1991 S K Shaukat

The author does not accept any responsibility for the loss or damage arising from the use of information contained in this page.

شکل بنی۔ جکارتا سے طائف تک رویت لگلے دن ہوگی اور ان سارے مقامات پر شوال کے ۳۰ دن پورے کرکے ذی قعدہ کا مہینہ ایک دن بعد شروع ہوگا۔ مکہ مکرمہ اور طائف میں ۶۰ میل سے زیادہ کا فاصلہ نہیں مگر رویت کی وجہ سے نہ صرف تاریخ اور دن الگ الگ ہیں بلکہ مہینہ بھی۔

ہجری تقویم کی مشکلات کی یہ ابتدا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ مسائل پر بحث آگے آرہی ہے۔ اگر علماء دین اختلاف اور وحدتِ مطالع یا خبر اور شہادت پر سارا زور صرف کرنے کے بجائے رویت سے متعلق فنی مباحث سمجھ لیں اور فقہی موشگافیوں یا وحدتِ ایام کا جذباتی نعرہ لگانے کے بجائے مسائل کا عملی حل تلاش کرسکیں تو امت اس انتشار سے بآسانی بچ سکتی ہے جس کا اسے ہر سال سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

وحدتِ ایام/تاریخ

اسلامی دنیا کے لیے وحدتِ ایام/تاریخ کا نعرہ لگانے والے یا تو مسئلہ کی پیچیدگیوں سے ناواقف ہیں یا ایک غیر ممکنہ مفروضہ کو حقیقت بنانے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اگر ان کا مقصد امتِ مسلمہ کو ایک اسلامی دن/تاریخ پر جمع کرنا ہے تو چند بنیادی تبدیلیوں (Adjustments) کے بعد یہ کوئی مشکل نہیں مگر یہ اسلامی دن/تاریخ دو عیسوی مروجہ دنوں/تاریخوں پر مشتمل ہوگا اور عالمی اسلامی کلینڈر میں ہر مہینہ ۲۹ اور ۳۰ کا بیک وقت ہوگا۔ نقشہ نمبر ا میں شوال ۱۳۹۹ھ کی رویت پر نظر ڈالیے۔ ۲۳ اگست ۱۹۷۹ء کو غروب آفتاب کے بعد صرف جنوبی اور وسطی امریکہ کے ممالک میں رویت یقینی تھی۔ شمالی امریکہ اور دنیا کا بقیہ حصہ رویت کے بیضوی دائرے سے خارج تھا۔ عالمی تاریخی لائن سے گزرنے کے بعد یہ بیضوی دائرہ لگلے دن ۲۴ اگست کو دنیا کے بیشتر علاقوں پر محیط ہوگیا۔ بالفاظ دیگر یکم شوال ۲۴ اگست ۱۹۷۹ء کو دنیا کے کچھ حصوں میں تھی اور بقیہ میں ۲۵ اگست ۱۹۷۹ء کو مروجہ شمسی کلینڈر کے مطابق تو یہ دو دن/تاریخیں بنتی ہیں مگر اسلامی قمری کلینڈر میں ایک۔ خبروں سے تو بظاہر ایسا لگا کہ مسلمان عید کا دن بھی متفقہ طور پر نہیں منا سکے حالانکہ عید یکم شوال ۱۳۹۹ھ کو ۲۴ گھنٹے کے اندر ہی ہر جگہ منائی گئی۔

اگر مسئلہ اتنا ہی ہوتا تو حل زیادہ مشکل نہیں تھا۔ پیچیدگی میں اضافہ اس وقت

ہوا جب وحدتِ ایام کا مطلب 'ایک ہی شمسی تاریخ' پر اسلامی تہوار منانے پر اصرار کیا جانے لگا۔ استانبول، کویت اور دوسری ساری کانفرنسوں میں سارا زور اسی پر تھا کہ انڈونیشیا سے مراکش تک کم از کم سارے قمری اسلامی مہینے ایک ہی شمسی تاریخ پر شروع ہوں دلیل کے لیے یہ کہا گیا کہ جہاں جہاں رات کا کوئی حصہ مشترک ہو وہ ایک ہی دن عید منائیں۔ اب قادری صاحب نے رات میں شرکت کو 'یوم النحر میں شرکت' سے بدل کر ایک ہی دن عید الاضحیٰ منانے پر سارا زور صرف کر دیا ہے۔ دلیل بنیادی طور پر ایک ہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان ایک مروجہ شمسی تاریخ پر رمضان اور عیدین منائیں اور یہ کہ اس کا فیصلہ سعودی عرب کے سرکاری اعلان کی بنیاد پر ہو۔ یہ دونوں مفروضے نہ صرف غلط ہیں بلکہ قرآن وحدیث اور تعاملِ امت سے متضاد اور فلکیات کے بنیادی اصولوں کے خلاف بھی۔

ا۔ رویتِ ہلال کی ابتداء عالمی تاریخ لائن (IDL) سے شاذونادر ہی ہوگی اور اگر بفرضِ محال ہو بھی جائے تو بھی دو شمسی تاریخوں سے مفر نہیں۔

اسلامی تاریخ غروبِ آفتاب کے بعد رویت سے شروع ہوتی ہے جبکہ مروجہ تاریخیں رات کے ۱۲ بجے سے شروع ہوتی ہیں (یعنی ایک اسلامی تاریخ ہمیشہ دو شمسی تاریخوں پر مشتمل ہوگی۔

۲۔ رویتِ ہلال سورج کی طرح شمالاً جنوباً کسی طول البلد پر شروع نہیں ہوتی۔ اس کا دائرہ بیضوی ہوتا ہے۔ بیضوی دائرے کے باہر واقع مقامات پر خواہ وہ چند ہی میل کے فاصلے پر کیوں نہ ہوں رویت اگلے دن (۲۴ گھنٹے بعد) ہوگی۔ (دیکھئے نقشہ ۱)۔ اسلامی تاریخ / دن کے تعین میں مریڈین اور IDL سے کوئی مدد نہیں ملتی بلکہ پیچیدگیوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر مکہ مکرمہ کو مریڈین تسلیم کر لیا جائے تو عالمی قمری تاریخی لائن (ILDL) مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۸۰ درجہ مشرقی طول البلد پر فرض کرنی پڑے گی۔ چند اور مفروضات یہ ہوں گے:

(ا) اسلامی دن / تاریخ ہمیشہ قمری تاریخی لائن (ILDL) پر سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جائے گی۔

۲۔ رویت ہمیشہ اسی لائن (ILDL) پر ہوگی (جو ناممکن ہے۔ قمری رویت ہر مہینے ایک الگ مقام سے شروع ہوتی ہے۔)

۳۔ رویت بیضوی دائرے کے بجائے شمالاً جنوباً ہوگی۔

۴۔اگر قمری لائن (ILDL) کسی ملک کے درمیان سے گزر رہی ہے تو اُسے خم دے کر پورے ملک کے لیے وسیع کرنا ہوگا۔ اگر اس ملک کی سیاسی حدود میں کسی وجہ سے تبدیلی ہوئی تو (ILDL) کو بھی تبدیل کر دیا جائے گا تاکہ اس ملک میں بیک وقت دو قمری تاریخیں نہ ہوں۔

۵۔ (ILDL) قمری لائن پر اسلامی مہینوں کے دنوں کی تعداد مقرر ہوگی (خواہ رویت ہو یا نہ ہو) وغیرہ وغیرہ۔ ان سارے مفروضات سے بھی مسائل حل نہیں ہوں گے۔ ضرورت اس کی ہے کہ پہلے رویت کے عالمی مسائل کو سمجھ لیا جائے پھر حل تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

اسلامی قمری تاریخ کا پس منظر

رویت ہلال کا مسئلہ ابتدائی دور ہی سے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ اس کا تاریخی پس منظر سامنے رہے تو مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

۱۔عرب جاہلیت میں کوئی اسٹینڈرڈ قمری کلینڈر استعمال نہیں ہوتا تھا۔ ہر قبیلے یا علاقے کا اپنا ایک جدا سسٹم تھا جیسا کہ مکہ مکرمہ میں عام الفیل اور مدینہ منورہ میں یوم بعاث وغیرہ سے پتہ چلتا ہے۔ لیکن ان سارے قمری کلینڈروں میں 'نسی' کی کوئی نہ کوئی شکل موجود تھی۔

۲۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں یہودی قبائل سے واسطہ پڑا جو اسٹینڈرڈ ہیبرو (Hebrew) قمری/شمسی کلینڈر استعمال کرتے تھے۔ یہ کلینڈر عربوں میں مستعمل کلینڈروں سے کئی پہلوؤں سے مختلف تھا۔ چوتھی صدی عیسوی میں ہی یہودی رہنما ہلیل (Hillel) نے اگلے ہزاروں سالوں کا کلینڈر طے کرکے سارے دنیا کے یہودیوں کو اس کا پابند کر دیا تھا۔ آج بھی دنیا کے ہر کونے میں یہودی یہی کلینڈر استعمال کرتے ہیں۔ یہودی تقویم قمری/شمسی ہے یعنی 'نسی' کی بنیاد پر ہر تیسرے سال ایک مہینے کا اضافہ کرکے اسے شمسی تقویم کے برابر لے آیا جاتا ہے۔ قمری مہینے کی ابتداء غیر مرئی نئے چاند (New Moon) سے ہوتی ہے۔ یوم کپور کے علاوہ باقی سارے ایام (تہوار) دو دن منائے جاتے ہیں (تاکہ رویت جو اصلاً بنیاد تھی اس کا بھی کسی حد تک لحاظ برقرار ہے)

۳۔یہودی قبائل کے قمری مہینے کی ابتداء (مسلمانوں/عربوں کے برخلاف جو مرئی چاند سے قمری مہینہ شروع کرتے تھے) ایک اور کبھی کبھی دو دن پہلے ہوجاتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں یہودی جہاں دوسرے حربے استعمال کرتے تھے وہیں خود رسول اللہ صلعم کو ان پڑھ اور مسلمانوں کو جاہل ہونے اور اس وجہ سے نبوت اور دنیا کی امامت کے لیے نااہل ہونے کا طعنہ دیتے ہوں گے۔ رسول اللہ صلعم کا یہ فرمانا کہ نحن امیۃ امیۃ ۔ لا نکتب ولا نحسب ۔ الشھر ھکذا و ھکذا "یعنی ہم ان پڑھوں کا گروہ ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب (مگر یہودیوں کے حساب پر تکیہ کرنے کے بجائے رویت کا آسان طریقہ بہتر ہے اس لیے) مہینہ کبھی ۲۹ کا ہوگا اور کبھی ۳۰ کا"۔ اسی پس منظر میں تھا۔ اس حدیث سے حساب کتاب کو ہمیشہ کے لیے مردود قرار دینے کا مفہوم اسی صورت میں نکل سکتا ہے جب یہ بھی طے کر دیا جائے کہ اس حدیث کی روشنی میں مسلمان ابدالآباد تک "امی امت" بنے رہیں گے اور ان کے لیے لکھنا، سیکھنا رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

۴۔ پہلے یہودی اور بعد میں ہندوؤں کی طرح (جو قمری مہینے کی ابتدا کے حساب کتاب سے یہودیوں کی طرح خوب واقف تھے اور قمری مہینے کی ابتدا غیر مرئی نئے چاند سے کرتے تھے) چاند کی رویت کا کوئی قطعی اصول مسلمانوں کو معلوم نہ ہو سکا۔ نتیجتاً مسلمانوں میں یہ عام احساس پیدا ہو گیا کہ رویت کے لیے حساب پر بھروسہ کرنا نہ صرف غلط ہے بلکہ دین میں تحریف بھی۔ آج بھی شیخ بن باز جیسے بہت سے علما اس پر مصر ہیں کہ رویت کے لیے حساب سے مدد لینا شرع کی منشا کے خلاف ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلعم کا مقصد مسلمانوں کو یہودیوں پر تکیہ کرنے سے بچانا تھا۔ آج یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اگلے ہزاروں برس میں کس وقت چاند کس مقام پر ہوگا اس کا حساب ایک سکنڈ کے لاکھویں حصے سے زیادہ قطعیت کے ساتھ دسویں درجے میں پڑھنے والا ایک بچہ کمپوٹر کی مدد سے لگا سکتا ہے اور یہ حساب دنیا بھر میں ایک ہی ہوگا۔ اگر یہ حساب اتنا قطعی نہ ہوتا تو انسان کے چاند پر اترنے کا سوال ہی نہیں تھا۔

۵۔ امتِ مسلمہ کے لیے اولین سالوں سے "عینی رویت" ہی قابلِ قبول اور مسلمہ معیار ہے۔ اس کی شہادت نہ صرف قرآنی اصطلاح "اھلّۃ" سے بلکہ سنتِ رسولؐ اور چودہ سو سال کے تعاملِ امت سے بھی ملتی ہے۔

جب بھی "عینی رویت" اور خبر میں تضاد ہوا تو قاضیوں نے "عینی رویت" کو ہی ترجیح دی۔ صحاح ستہ میں موجود حدیثِ کریبؓ اس کا مسلمہ ثبوت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے جب مدینہ منورہ کی "عینی رویت" اور شام سے ملنے والی مسلمہ خبر میں تصادم ہوا تو انھوں نے

یہ کہہ کر "رویت عینی" ہی امرِ رسول ہے (ھکذا امرنا رسول اللہ صلعم) حضرت کریبؒ کو اسواں روزہ رکھوایا (سبل السلام)۔ مدینہ میں وہاں کی رویت کے حساب سے ۲۹ ویں رمضان کو مطلع صاف تھا مگر رویت نہیں ہوئی۔ حضرت کریبؓ نہ صرف دمشق میں اپنی رویت بلکہ رویت عام اور حکم حاکم کی تصدیقی خبر دے رہے تھے اور ان کا تیسواں روزہ تھا مطلع صاف ہونے پر رویت نہیں ہوئی تو حضرت ابن عباسؓ نے نہ صرف مدینہ والوں کو تیسواں روزہ رکھنے کی ہدایت کی بلکہ حضرت کریبؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا جبکہ وہ تیس دن پورے کر چکے تھے۔ اسی طرح حضرت عکرمہ اور حضرت سالم نے بھی مدینہ کے لیے استارہ کی رویت کو قبول نہیں کیا حالانکہ استارہ کا مدینہ سے فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

۶۔ اگر گردوغبار یا ابر کی وجہ سے مقامی "عینی رویت" نہیں ہو سکتی تو رسولؐ نے تیس دن پورے کرنے کا حکم دیا (اگر تیسویں دن بھی رویت نہ ہو اور مطلع صاف ہو تو مہینہ کی ابتدا غلط تھی)

۷۔ مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے قریبی مقامات سے ملنے والی شہادتوں اور خبروں کی قبولیت کا اصول اپنایا گیا۔ (شہادت کا مطلوبہ نصاب اور دوسری تفصیلات کے لیے مروجہ فقہی کتب خصوصاً شوکانی کی نیل الاوطار کا مطالعہ مفید ہوگا۔) رسول اللہ صلعم کے دور میں یہ دائرہ انتہائی محدود تھا یعنی مدینہ کے عوالی (Suburbs) جو زیادہ سے زیادہ ۳،۴ میل تک تھے۔ آہستہ آہستہ یہ دائرہ وسیع ہونے لگا اور گزشتہ ۲۵۔۳۰ سالوں میں تو اسے ۳ سے ۵ ہزار میل تک وسیع کر دیا گیا ہے۔ مثلاً امریکہ میں اگر لاس انجلیز میں رویت ہو جائے تو تین ہزار میل دور مشرق میں واقع واشنگٹن اور نیو یارک میں عید منائی جاتی ہے جہاں صاف مطلع پر ہزاروں آنکھیں چاند نہیں دیکھ سکی تھیں (اور نہ ہی حسابی اور فلکیاتی قاعدوں کی رو سے بقیہ امریکہ میں رویت ممکن تھی۔)

۸۔ امت مسلمہ کے سندھ سے اندلس تک پھیل جانے کے باوجود ذرائع ابلاغ بہت محدود تھے۔ جب وحدتِ مطلع اور اختلافِ مطلع کا مسئلہ اٹھا تو متقدمین میں احناف، مالکیہ اور حنابلہ نے 'وحدتِ مطلع' کا معیار قبول کر کے سارے مسلمانوں کو ایک ہی دن رمضان شروع کرنے اور عیدین منانے کا موقف اختیار کیا۔ شوافع نیز محدثین اور متاخرین احناف نے اختلافِ مطلع کے مسلک کو بہتر اور حدیثِ رسولؐ سے قریب تر سمجھا اور اسے اختیار کیا۔ فقہاء کے اختلافِ رائے سے قطع نظر یہ بات عام طور پر تسلیم شدہ تھی کہ دنیا گول نہیں

بلکہ ایک بڑے میدان کی طرح چپٹی ہے اس لیے اگر ایک مقام پر رویت ہو جاتی ہے تو گویا ساری دنیا میں ہو گئی۔ اب ذرائع ابلاغ میسر ہو جانے کی وجہ سے اتحادِ مطلع کے حامی ہر جگہ اپنے پسندیدہ ملک کی طرف سے اعلان کردہ تاریخ منوانے پر اصرار کرتے ہیں خواہ مطلع صاف ہونے کے باوجود انھیں اپنے مقام پر چاند نظر نہ آ رہا ہو۔

۹۔ حج کے ایام میں افراتفری سے بچنے کے لیے مکہ مکرمہ کی رویت کو حجاج کرام کے لیے 'معیار' قرار دیا گیا، حضرت عمرؓ کے دور میں کئی مثالیں ایسی ملتی ہیں جن میں دور سے آنے والے صحابہ کرامؓ اپنی رویت کے حساب سے نویں ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں پہونچ گئے مگر مکہ مکرمہ کی رویت کے حساب سے وہ دسواں دن تھا اور وقوفِ عرفات ختم ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انھیں یہی حکم دیا کہ وہ قربانی دے کر واپس لوٹ جائیں اور اگلے سال پھر حج کے لیے آئیں۔ بعد میں باطنیوں نے غیر مرئی نئے چاند کے حساب سے حج کی تاریخیں مقرر کرنے کی کوشش کی مگر علماء امت نے رویت پر اصرار کیا۔

۱۰۔ عامۃ الناس کی عیدین اور حج کے 'صحیح' ہونے کا معیار اپنایا گیا خواہ ان کے غلط دن پر ہونے کا قطعی ثبوت کیوں نہ فراہم ہو جائے۔ حساب کی بنیاد پر اسلامی قمری مہینے کی ابتدا کو بہت سے اسباب کی بنا پر مردود یا غلط قرار دیا گیا۔ عامۃ الناس کے لیے عملی حل "عینی رویت" نہ صرف ہر جگہ آسان تھا بلکہ ذرائع ابلاغ کی کمی کی وجہ سے آپسی اختلاف کی بھی گنجائش بہت کم تھی۔ فلکی حساب کے ماہر یہودیوں اور ہندو جیوتشیوں پر تکیہ کرنے کی عملی دشواریوں سے قطع نظر حساب کی بنیاد پر قمری مہینہ شروع کرنے میں کئی موانع حائل تھے۔ یہ تسلیم کرنا عام مسلمانوں کے لیے بہت مشکل تھا کہ قمری مہینہ تو شروع ہو چکا ہے مگر چاند اگلے دن یا دو دن بعد دکھائی دے گا۔ چونکہ 'رویت بصری' کے معلوم قاعدوں میں سے کوئی بھی یقینی نہیں تھا اس لیے قمری حساب کی صحت پر شک کیا جانے لگا۔ قمری حساب جاننے والے عموماً منجم، کاہن اور جیوتشی ہوتے تھے۔ جس طرح مستقبل کی پیشین گوئیوں کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا اسی طرح ان کے حساب پر (جو قطعی تھا) عام لوگ بھروسہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھے حالانکہ قرآنی آیت وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ میں حساب کی قطعیت کی طرف واضح اشارہ موجود تھا۔

رویت کے طبعی قوانین

رویت ہلال کے طبعی قوانین (جن میں سے کچھ کا ذکر ضمناً آچکا ہے) کو سمجھنے کے لیے نقشہ نمبرا میں رمضان اور شوال ۱۳۹۹ھ کی رویت کے نقشوں پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیجئے اگر یہ نقشہ ذہن میں مستحضر رہے تو مسائل کو حل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

۱۔ دنیا ایک کرہ ہے نہ کہ مسطح میدان۔ اس لیے ایک جگہ رویت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسی وقت پوری دنیا میں رویت ہوگئی۔

۲۔ پوری دنیا میں سورج کی رویت کو ۲۴ گھنٹے درکار ہوتے ہیں۔ چاند کی رویت کو بھی (صفر سے ۴۵ درجہ عرض البلاد کے درمیان) کم از کم ہی ۲۴ گھنٹے لگیں گے۔ ۵۰ تا ۹۰ درجہ شمالی اور جنوبی عرض البلاد میں رویت ایک یا دو دن بعد ہوگی اور کچھ مہینوں میں ہوگی ہی نہیں۔ رمضان ۱۳۹۹ھ میں اولین رویت ۲۴ جولائی کو وسطی بحر الکاہل میں متوقع تھی۔ دوسرے دن ۲۵ جولائی کو شمالی روس نیز منگولیا، شمالی چین اور جاپان وغیرہ کو چھوڑ کر بقیہ ہر جگہ رویت ہوئی۔ ان جگہوں پر رویت میں مزید ایک دن کی تاخیر ہوئی۔

۳۔ چاند کی اپنی روشنی نہیں ہے۔ سورج کی کرنیں چاند سے منعکس ہو کر زمین کی طرف بھی آتی ہیں۔ دوسرے کروں کی بہ نسبت چاند سے روشنی کا انعکاس بہت کم ہے۔ زمین کے مقابلے میں یہ صرف ۱/۲ حصہ ہے۔ پہلے دن چاند کی سطح کا بمشکل ۱/۲ ٪ حصہ منور ہوتا ہے۔

۴۔ چاند کا صرف ایک رخ زمین کی طرف رہتا ہے۔ دوسرا نصف ہمیشہ ہماری نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ نئے چاند (New Moon) کے وقت یہ مکمل تاریک رخ ہی زمین کی طرف ہوتا ہے اسی لیے نیا چاند ہمیشہ غیر مرئی ہوتا ہے۔

۵۔ چاند کی سطح تھالی کی طرح ہموار اور مسطح نہیں بلکہ اونچی نیچی ہے۔ اس لیے سورج کی کرنوں کا انعکاس غیر مرئی نیا چاند بنتے ہی فوری نہیں ہوتا۔ چاند کی پہاڑیاں اور غار اگلے چند گھنٹوں تک روشنی کے انعکاس کی زمینی رویت کے لیے آڑ بنے رہتے ہیں۔ عدم رویت کی یہ مدت دنیا کے مختلف حصوں میں ۱۴ سے ۵۰ گھنٹے تک ہوسکتی ہے۔

۶۔ چاند زمین کے گرد اپنی گردش تقریباً ۱/۲ ۲۹ دن میں مکمل کرتا ہے۔ اس لیے قمری مہینہ کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ کا۔ اس نکتہ کی پیچیدگیاں عالمی قمری کلینڈر بنانے والوں

کو (جن میں گزشتہ ۱۵، ۱۶ سال سے راقم الحروف بھی شامل ہے) معلوم ہیں۔ مثلاً مقامی طور پر تو مہینہ ۲۹ اور ۳۰ کا ہی عموماً ہوگا مگر عالمی کلینڈر میں اگر رویت کو بنیاد بنایا جائے تو ہر مہینہ بیک وقت ۲۹ کا بھی ہوگا اور ۳۰ کا بھی۔ (اگر غیر مرئی نئے چاند سے کلینڈر بنانا مسلمان علماء تسلیم کرلیں تو اس کی ساری پیچیدگیوں کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔)

۷۔ چاند کی گردش کا یہ حساب ایک سکنڈ کے ہزارویں حصے تک انتہائی قطعیت سے معلوم ہے۔ یہ حساب نہ ظن وتخمین ہے اور نہ اس کا مستقبل کی پیشین گوئیوں اور جیوتش سے کوئی تعلق ہے۔ خود قرآن نے الشمس والقمر بحسبان کہہ کر اس بدیہی حقیقت سے عرصہ ہوا پردہ ہٹا دیا تھا۔

۸۔ تقریباً ½ ۲۹ دن کی ایک گردش مکمل کرنے کے لیے مہینہ کی آخری راتوں میں چاند ۲۷ یا ۲۸ یا دونوں تاریخوں میں غیر مرئی ہوتا ہے (محاق)۔ پھر ۲۹ ویں یا تیسویں دن ہلال کی شکل میں غروب آفتاب کے بعد نمودار ہوتا ہے۔ روزانہ بڑھتے بڑھتے یہ بدر بن جاتا ہے اور پھر گھٹتے گھٹتے صبح کے ہلال کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ قرآنی آیت: والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم اسی طبعی قانون کی طرف اشارہ ہے۔

۹۔ جہاں چاند قمری ماہ کی پہلی تاریخ کو نظر آیا تھا وہاں تیسویں دن لازماً نظر آئیگا۔ اگر تیسویں دن رویت نہیں ہوتی ہے تو پہلی کو رویت کا دعویٰ جھوٹا تھا۔ تیس دن کے بعد یہ کہہ کر عید منا لینا کہ ۳۰ دن تو پورے ہو چکے چاند نظر نہیں آتا تو نہ سہی رویت کے اصولوں کے صریحاً خلاف ہے۔

رویت کا بیضوی دائرہ

نقشہ ۱ اور ۲ کو دوبارہ غور سے دیکھئے۔ رویت ہلال کی ابتداء ہر مہینے کرۂ ارض پر ایک نئے مقام سے ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر شمسی تاریخی لائن (IDL) کی طرح قمری تاریخی لائن (ILDL) کو کسی ایک طول البلد / عرض البلد یا کسی متعین مقام مثلاً مکہ مکرمہ سے ہر ماہ کے لیے لازمی مفروضہ نہیں بنایا جاسکتا۔ اولین رویت کا مقام نہ صرف مشرق سے مغرب کی جانب بدلتا رہتا ہے بلکہ شمال سے جنوب بھی جیسا کہ ۱۹۹۲ء کے درج ذیل نقشہ

سے واضح ہے۔

(۱) چاند کی اولین رویت شمالاً / جنوباً سورج کی طرح نہیں ہوتی بلکہ ابتدائی مقام (Point X) سے ایک بیضوی دائرے کے اندر مغرب کی سمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ دائرہ شمالاً جنوباً وسیع ہوتا چلا جاتا ہے اور عموماً ۲۴ گھنٹے میں دنیا کے صفر تا ۴۵ درجہ شمال و جنوب میں واقع عرض البلاد کے اندر سارے مقامات پر محیط ہو جاتا ہے۔ اس دائرے کے باہر انتہائی شمال یا جنوب میں واقع مقامات پر رویت میں مزید ایک دن لگے گا۔

۲۔ ہر مہینے کرۂ ارض پر رویت ہلال کا ایک "امکانی زون" ہوتا ہے۔ یہ چند سو میل تک وسیع ہو سکتا ہے۔ اس امکانی زون میں رویت یقینی نہیں ہوتی۔ اس کی انتہائی مشرقی حد پر امکان خفیف ہوتا ہے اور جیسے جیسے مغرب کی طرف بڑھیں امکان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ "یقینی رویت" کا زون آجاتا ہے۔

۳۔ جب ایک بار رویت کی ابتدا ہو جاتی ہے تو اس کے مغرب میں واقع مگر بیضوی دائرے کے اندر ہر مقام پر رویت لازماً ہوگی۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک مقام پر رویت واقعتاً ہو جائے اور اس کے مغرب میں رویت نہ ہو (تونس کے علماء نے ۸۶ء میں سعودی عرب کی ایک میٹنگ میں یہ سوال بڑے شد و مد سے اٹھایا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سعودی عرب میں تو رویت ہو جائے مگر تونس میں جو اس کے مغرب میں واقع ہے اس دن بلکہ اس کے اگلے دن بھی رویت نہ ہو۔ شیخ بن باز نے جواب دیا کہ یہ عین ممکن ہے کیونکہ قرآن یا حدیث میں کہیں یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ ایک ہی دن ساری دنیا میں رویت ہو۔ ان کے مطابق سعودی عرب میں رویت کے بعد ہلال غائب ہو گیا اور بقیہ دنیا میں دو دن بعد نظر آنا شروع ہوا۔ شیخ بن باز کی اس دلیل کے بداہتاً غلط ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں)

۴۔ جس مقام پر تیس دن پہلے چاند نظر آیا تھا وہاں تیسویں دن دوبارہ لازماً دکھائی دے گا۔ اگر مطلع صاف ہے اور تیسویں دن رویت نہیں ہوتی تو پورے وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مہینہ کی ابتدا کی شہادتیں جھوٹی تھیں۔ یہ علماء کے سوچنے کی بات ہے کہ وہ غلط شہادت پر شروع ہوئے رمضان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے تیسویں دن عید منائیں یا ۳۱ واں روزہ رکھ کر رمضان کے فرض روزہ کو چھوڑنے کا گناہ اپنے سر نہ لیں۔ (مثلاً ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ کا سرکاری سعودی اعلان اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ سعودی عرب میں ذی قعدہ اور

شوال دونوں کو اس لیے تیس تیس دن کا مانا گیا کہ وہاں رویت کے طبعی قوانین کے مطابق جن شاہدوں نے ۵ا مئی اتوار کو شوال کا چاند دیکھنے کا دعویٰ کیا تھا وہ غلط تھے۔ اگر واقعتاً وہاں رویت ہوئی ہوتی تو ۴ا جون منگل کو جو ۳۰ شوال تھی لازماً دوبارہ رویت ہوتی۔ اسی طرح جمعرات ۳۰ ذی قعدہ کو بھی۔ ۳۰ تاریخ کو عدم رویت شاہدوں کے کذب کا قطعی بدیہی ثبوت ہے۔

۱۹۹۲ء میں کرہ ارضی پر اولین رویت کا مقام

تاریخ		اولین رویت کے وقت چاند کی عمر		مقام جہاں سے رویت کی ابتدا ہوگی
۶ جنوری ۹۲ء	رجب ۱۴۱۲ھ	۲۵ گھنٹے	۴۸ منٹ	بحرالکاہل میکسکو کے جنوب میں
۴ فروری	شعبان	۲۴	۲۴	بحراوقیانوس مراکش کے مغرب میں
۵ مارچ	رمضان	۲۲	۴۸	چینی سنکیانگ کے شمالی علاقوں میں
۴ اپریل	شوال	۲۱	۳۰	امریکی مغربی ساحلی ریاست واشنگٹن کے رچ لینڈ میں
۳ مئی	ذی قعدہ	۲۱	۴۸	کویت کے شمال میں
۲ جون	ذی الحجہ	۲۱	۱۸	بحرالکاہل میکسکو کے جنوب میں
یکم جولائی	محرم ۱۴۱۳ھ	۲۰	۶	آسٹریلیا کے شمال میں
۳۰ جولائی	صفر	۱۸	۴۸	مدغاسکر (افریقہ) کے جنوب میں
۲۸ اگست	ربیع الاول	۱۸	۶	فاک لینڈ جزائر جنوبی امریکہ کے شمال مشرق میں
۲۷ ستمبر	ربیع الثانی	۱۸	۳۰	نیوزی لینڈ کے مغرب میں بحرالکاہل میں
۲۶ اکتوبر	جمادی الاولیٰ	۲۰	۲۴	کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ کے پاس
۲۵ نومبر	جمادی الثانی	۲۲	۴۸	نیوگنی کے جنوب مشرق میں
۲۵ دسمبر	رجب	۲۳	۴۲	بحرالکاہل میکسکو کے جنوب میں

یہ جدول گرینوچ آبزرویٹری برطانیہ کے مسٹر ییپ اور عالمی رویت ہلال کمیٹی کے رکن خالد شوکت کی تیار کردہ ہے۔ اولین رویت کے مقام کی نشان دہی کے لیے مندرجہ ذیل اصول پیش نظر رکھا گیا ہے۔

کرہ ارضی پر اولین رویت کا موزوں ترین مقام وہ ہے جہاں اس مہینے نیا چاند

(New Moon) اپنی پیدائش کے بعد سورج کے عین اوپر ہو یعنی سورج اور چاند کا Relative Azimuth (اضافی قوس) صفر ہو اور غروب کے وقت چاند کی مطلع پر بلندی کم از کم ۱۰ درجہ یا زیادہ ہو۔ اگر فضا شفاف ہو اور مطلع ہموار تو اس سے ذرا قبل بھی عینی رویت ممکن ہے۔ رویت عموماً سورج کے افق سے ۵ درجے نیچے پہونچنے پر ہوگی جب چاند افق پر ۵ یا اس سے زیادہ درجہ بلندی پر ہوگا۔

اولین رویت کے درج شدہ مقامات سے سو دو سو میل پہلے (Binocolar) بناکولر سے چاند کا آسمان پر طے شدہ مقام جاننے والے ایسا باریک ہلال بھی دیکھ سکتے ہیں جو کئی جگہ سے کٹا پھٹا ہو (...) طاقت ور دوربینوں سے یہ ذرا پہلے بھی دیکھا جاسکتا ہے مگر فرق ہزاروں میل مشرق کی جانب ہرگز نہیں ہوگا۔ (ہر سال کے لیے یہ جدول اور مقامی رویت ہلال کی تاریخیں عالمی رویت ہلال کمیٹی کی تیار کردہ مجھ سے حاصل کی جاسکتی ہیں)

رویت ہلال کے چند اہم مسائل

اسلامی ہجری تقویم تیار کرنے میں سب سے اہم مشکل 'بصری رویت' کا تعین ہے۔ سطح ارض سے رویت بصری کے لیے نئے چاند (New Moon) کو ہلال (Crescent) کریسنٹ بننے تک جو وقفہ درکار ہوتا ہے۔ اس کے تعین میں بہت سے عوامل کام کرتے ہیں۔ چند اہم یہ ہیں:۔ ۱۔ چاند کا افقی زاویہ (Angle) ۲۔ چاند کی افقی بلندی (Altitude) ۳۔ غروب شمس وقمر میں تفاوت ۴۔ چاند کی عمر۔ ۵۔ فضائی، موسمی حالات۔ ۶۔ تجربہ اور معینہ آلات۔ وغیرہ۔

۱۔ افقی زاویہ: افق پر غروب آفتاب کے وقت چاند سورج سے دس درجہ یا زیادہ دوری پر ہو۔ سب سے کم عمر چاند جس کے دوربین سے دیکھ لینے کا دعویٰ کیا گیا ہے اس کا زاویہ ۹.۹۴ یا کچھ زیادہ تھا۔ ۷ درجہ سے کم پر ہلال بننا ہی نہیں شروع ہوتا۔

۲۔ افقی بلندی: غروب کے وقت چاند افق پر ۸ درجہ یا اس سے زیادہ بلندی پر ہو۔ اس وقت تک مطلع پر اتنی تاریکی چھا جائے گی کہ انسانی آنکھ چاند سے منعکس ہونے والی روشنی اور افق پر موجود سورج کی روشنی کا فرق محسوس کرسکے۔ اگر غروب کے بعد ابتدائی ۱۵ منٹوں میں چاند افق سے صرف ۲، ۳ درجہ اوپر رہ گیا تو اس

کی رویت تقریباً ناممکن ہوگی۔ افق کے نچلے حصے پر موجود سورج کی روشنی اور چاند کا صرف ۱/۱۰۰ حصہ روشن ہونے کی وجہ سے رویت کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے۔

۳ــــ ۲۹ ویں دن کا چاند غروب کے ۲۰ سے ۴۰ منٹ بعد نظر آسکتا ہے بشرطیکہ اس کا زاویہ اور بلندی رویت کے لیے کافی ہو۔ تیسویں کا چاند بھی غروب کے ۲، ۴ منٹ بعد نظر نہیں آتا الا یہ کہ اس کی عمر ۴۰ گھنٹے سے متجاوز ہو چکی ہو اور اس کا خاصا حصہ روشن ہو۔ ایک بار نظر آنے کے بعد یہ غروب ہونے تک مسلسل نظر آتا رہے گا۔ یہ دعویٰ کرنے والے کہ چند سکنڈ کے بعد ہلال نظروں سے اوجھل ہو گیا اپنے کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی۔ اگر چاند کا غروب اگلے ۱۵ منٹ بعد تک ہے تو ہلال کم از کم ۷، ۸ منٹ تک مزید نظر آتے گا اسی طرح یہ دعویٰ کہ اگر چاند سورج کے بیس یا تیس منٹ بعد ڈوب رہا ہو تو لازماً نظر آجائے گا غو ہے۔ ایک گھنٹے سے زیادہ دیر تک مطلع پر باقی چاند بھی اکثر دیکھا نہیں جا سکا کیونکہ اس کا زاویہ اور افقی بلندی کافی نہیں تھی۔

۴ــــ بہت سے لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ۱۵، ۱۶ گھنٹے کا چاند دیکھا جا سکتا ہے اور ۲۰ گھنٹے کا تو عموماً نظر آ ئے گا۔ یہ سارے دعوے لغو ہیں ۲۰ گھنٹے سے کم کا ہلال دیکھے جانے کے مصدقہ دعوے گزشتہ ایک سو برسوں میں ایک درجن سے زیادہ نہیں، شمالی امریکہ وغیرہ میں اکثر ۳۰ سے ۴۰ گھنٹے کا چاند ستمبر سے جنوری تک نظر نہیں آتا مثلاً ۱۳ ستمبر ۸۵ء کو صفر کا ۴۲½ گھنٹے کا چاند امریکہ میں کہیں نظر نہ آسکا ۱۴ ستمبر کو رویت کے وقت اس کی عمر ۶۷ گھنٹہ ہو چکی تھی اس لیے وہ خاصا بڑا نظر آیا جیسے دوسرے دن کا چاند ہو مگر ایک دن قبل نظر نہ آسکا۔

۵ــــ مطلع پر روشنی: عام انسانی آنکھ غروب کے بعد مطلع پر منتشر روشنی اور چاند سے منعکس ہونے والی روشنی کا تضاد اس وقت محسوس کرتی ہے جب چاند کی عمر ۲۴ گھنٹہ کے قریب ہو۔ ۱۰×۵۰ کی (Binocular) بناکولر سے اسے کچھ پہلے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ دھواں آتش فشاں، پہاڑوں کا گرد و غبار، آندھی اور بادل وغیرہ سے رویت کا امکان کم ہوتا جاتا ہے۔ چشمہ لگانے والے اسی طرح چاند دیکھ سکتے ہیں جیسے بغیر چشمہ والے بلکہ شاید بہتر بلند عمارت پر چڑھ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر مطلع نظر آ رہا ہو تو بلند مقام اور مسطح زمین سے رویت ایک ہی وقت میں ہوگی۔ شہر یا گاؤں کے باہر سے دکھائی دینے میں فرق صرف مطلع کے شفاف ہونے کی وجہ سے پڑتا ہے۔ بادلوں کی وجہ سے چند میل دور مقام پر

(جہاں چاند کے سامنے سے بادل ہٹ گئے ہوں) رویت عین ممکن ہے لیکن یہ بھی عین ممکن ہے کہ رویت کا بیضوی دائرہ دو قریبی مقامات کے درمیان سے گزر رہا ہوں اور مقام الف پر جو دائرہ کے اندر ہے رویت ہو جائے مگر مقام ب پر جو دائرہ سے باہر ہے رویت نہ ہو۔ حدیث کریبؓ میں مدینہ اور دمشق میں رویت اور عدم رویت کا سبب یہی رویت کا بیضوی دائرہ تھا جس میں مدینہ دائرے کے اندر تھا اور شام اس کے باہر۔

دیکھنے والے کی عمر، بصارت، رویت کا سابقہ تجربہ، مطلع پر چاند کے صحیح مقام اور اس مہینے ہلال کی معینہ شکل کا علم وغیرہ عوامل بھی رویت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک ہی دوربین سے پونے چودہ گھنٹے عمر کا چاند ایک مشاق تجربہ کار نے ۸۹ء میں دیکھ لیا مگر اس کے دوسرے دو نو آزمودہ ساتھی نہ دیکھ سکے۔ اسی طرح چاند اگر سورج کے غروب کے مقام سے شمال میں ڈوب رہا تھا اور تلاش کرنے والے اس کے جنوب میں دیکھنے کی کوشش کرتے رہے تو رویت محال ہوگی۔

ان عوامل میں سے کوئی ایک تنہا اتنا اہم نہیں کہ صرف اسی کی بنیاد پر حتمی رویت کا فیصلہ کیا جا سکے مگر مختلف مسلمان ممالک اپنے اپنے طور پر 'رویت حتمی' کا معیار طے کر چکے ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ سعودی عرب میں تقویم ام القریٰ اس مفروضہ پر بنائی جاتی ہے کہ نئے چاند (New Moon) سے اگلی شمسی تاریخ قمری مہینے کی پہلی تاریخ ہوگی۔ انڈونیشیا، ملائشیا، الجیریا، تونس وغیرہ بھی اسی مفروضہ پر اپنے سرکاری قمری کلینڈر بناتے ہیں۔

سعودی عرب کے اتباع میں کویت، بحرین، لبنان، امارات وغیرہ بھی اسی طرح قمری مہینہ طے کرتے ہیں۔ شام، عراق اور لیبیا میں بھی عموماً اب یہی قاعدہ مستعمل ہے اگرچہ رمضان اور عیدین میں کبھی کبھی 'سیاسی' اسباب سے فیصلہ بدل دیا جاتا ہے۔

۲۔ مصری قمری تقویم کا مفروضہ ۶۹ء سے ۸۵ء تک: "غروب آفتاب کے ۵ منٹ بعد غروب قمر ہو تو مان لیا جائے گا کہ اگلا دن قمری مہینے کا پہلا دن ہے"۔ تھا۔ ۸۶ء میں اسے بدل کر "غروب آفتاب کے ایک منٹ بعد غروب قمر" کر دیا گیا۔ رمضان میں اسی وجہ سے سعودی عرب اور مصر میں کبھی کبھی ایک دن کا تفاوت ہو جاتا ہے۔ مگر وہاں بھی عیدین کے لیے بنیاد سعودی عرب کا اعلان ہوتا ہے۔ ترکی میں رمضان اور عید رویت کی بنیاد پر اور عیدالاضحیٰ سعودی تاریخ کی بنیاد پر منائی جاتی ہے۔

۳۔ زمینی رویت بصری : صرف ہند و پاک بنگلہ دیش اور مراکش میں زمینی رویت بصری کا اصول باقی رہ گیا ہے۔ اگرچہ پاکستان میں پشاور اور دوسرے چند مقامات ہمیشہ ایک دن پہلے رویت کا دعویٰ کرتے چلے آرہے ہیں۔ ملائشیا کے ڈاکٹر الیاس نے مشرق بعید کے لیے ۵ سالہ قمری کلینڈر رویت کی بنیاد پر بنانے کی کوشش کی ہے۔ ایران میں رویت بصری کا اصول عیدین میں مانا جاتا ہے۔ رمضان میں فقہی قاعدہ بدل جاتا ہے۔ جنوبی افریقہ میں مسلم تنظیمیں ابھی تک رویت بصری پر مصر ہیں اگرچہ سعودی عرب کے اتباع کا نعرہ سننے میں آنے لگا ہے۔ سوڈان سے لے کر سینیگال تک افریقی ممالک، یورپ کے مسلمان برطانیہ کی مسلم تنظیمیں، شمالی امریکہ کے مسلمان اور بقیہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمان اپنے اپنے پسندیدہ ملک کی طرف سے ہونے والے اعلانات کا اتباع کرنے پر مصر ہیں۔ گزشتہ ۱۰-۱۲ سالوں سے رابطہ عالم اسلامی کے اثر کی وجہ سے بہت سی تنظیمیں رمضان اور عیدین میں تو سعودی تاریخوں کا اتباع کرنے لگی ہیں۔ بقیہ مہینوں میں حسب معمول اپنے مقامی کلینڈر کا۔ اگر اس کی وجہ سے کوئی مہینہ ۳۱ کا ہو جائے یا ۲۸ کا رہ جائے تو اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ مثلاً ۱۴۰۸ھ میں عید الفطر کے موقع پر بہت زیادہ بد نظمی رہی۔ ۱۴ مئی ۸۸ء کو مشرق وسطیٰ میں ہر مقام پر نیا چاند (جو غیر مرئی تھا) سورج سے پہلے ڈوب چکا تھا مگر مشرق وسطیٰ کے بیشتر ملکوں نے سعودی عرب کے اعلان کی بنیاد پر عید منائی۔ مصر نے اگلے دن عید منانے کا اعلان کیا تو کچھ لوگوں نے سرکاری اعلان کے برخلاف اسی دن عید منانے پر اصرار کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مصری پولیس نے اسکندریہ اور قاہرہ وغیرہ کی کئی مسجدوں پر تالے ڈال دئے اور انھیں گھیرے میں لے لیا تاکہ لوگ نماز نہ ادا کر سکیں۔ اس کے باوجود غیر سرکاری اماموں نے میدانوں میں کئی مقامات پر نماز ادا کری۔ رویت بصری کا خیال نہ مخالفین کو آیا اور نہ سرکاری اماموں کو سرکاری امام غیر مرئی نئے چاند کے ایک منٹ بعد غروب کا اصول ماننے پر مجبور تھے اور غیر سرکاری سعودی عرب کے اتباع پر۔ دعویٰ دونوں کا ہی قرآن وسنت کے اتباع کا تھا (جو مضحکہ خیز بھی ہے اور کم علمی کا ثبوت بھی)

بنگلہ دیش، ہندوستان، پاکستان اور مراکش عموماً رمضان میں بھی سب سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور عیدین میں بھی اس لیے کہ وہ اب تک قرآن وحدیث کی 'عینی رویت' کا اصول ماننے پر مصر ہیں۔

رویتِ بصری کے مجوزہ حل

گزشتہ ۲۵ سالوں میں چاند کی زمینی بصری رویت کے موضوع پر سائنسی تحقیقات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ نہ تو فنی ماہرین اس کی ضرورت سمجھتے اور نہ افادیت، ماہرین فلکیات اولین رویت کے تینوں مسلمہ اصولوں (زاویۂ بلندی اور عمر) میں سے کسی ایک کو قطعی ترجیح دینے کے موقف میں اپنے کو نہیں پاتے۔ گرینوچ کی برطانوی رصدگاہ کے ڈاکٹر یلپ پہلے ۱۲ اور اب ۱۰ درجہ کی بنیاد پر اوّلین رویت کا مقام طے کرتے ہیں۔

نقشہ ۴

اوّلین رویت کا مقام سنہ ۱۹۹۰ء، سنہ ۱۹۹۱ء

RGO ASTRONOMICAL INFORMATION SHEET No. 56

Prepared by
HM Nautical Almanac Office, Royal Greenwich Observatory,
Herstmonceux Castle, Hailsham, East Sussex, BN27 1RP
for the Science and Engineering Research Council

First Sighting of the New Moon in 1990 and 1991

This note gives an estimate of the date, time and place of the first sighting of new moon between 1990 January 1 and 1991 December 31. The results are based on the rule that the best place and time for making the first sighting are where the Moon is vertically above the Sun at sunset, i.e. their relative azimuth is zero, and where the apparent altitude of the moon at sunset is 10°. If the sky is clear and the horizon is flat the actual sighting should occur before the Sun reaches an altitude of −5°. If the Moon is first found with a pair of binoculars this will greatly improve the chances of seeing the phenomena with the naked eye.

The table gives the civil date and the universal time at sunset in UT for first sighting, the time between sunset and moonset in minutes, the longitude and latitude of the best place and the age of the Moon since new. The last column gives a rough geographical description of the place.

The time since new moon is shortest when the Moon is nearest to the Earth and longest when the Moon is furthest from the Earth.

Earliest Date, Time and Place

Date		Sunset	Time to Moonset	Longitude	Latitude	Moon Age	Place
1990		h m	m	° '	° '	h	
Jan	27	17 55.0	45.3	E 6 05	N 15 20	22.6	Mali, West Africa
Feb	26	5 32.3	55.6	W 155 07	N 28 27	20.6	N. Pacific N. of Midway I.
Mar	27	14 28.2	66.5	E 58 15	N 45 55	15.7	U.S.S.R., W. of Aral Sea
Apr	25	22 18.0	68.3	W 51 05	N 32 54	17.9	Atlantic, S. of Newfoundland
May	25	6 18.3	55.1	W 172 29	N 28 54	18.5	N. Pacific, N.W. of Hawaii
June	23	14 55.5	49.2	E 51 29	N 8 36	20.0	Indian Ocean, E. of Somalia
July	23	0 12.8	48.6	W 95 49	S 13 35	21.3	S. Pacific, W. of Peru
Aug	21	10 30.4	54.6	E 106 03	S 33 32	21.9	Indian Ocean, W. of Australia
Sept	19	22 43.0	65.1	W 72 28	S 46 10	22.0	South Chile
Oct	19	13 06.9	68.5	E 66 11	S 45 41	22.5	Indian Ocean, N.W. of Kerguelen
Nov	18	9 06.6	55.6	E 132 20	S 31 47	21.1	S.E. Australia
Dec	18	5 48.5	49.4	W 172 53	S 9 40	25.4	S. Pacific, Tokelau
1991							
Jan	17	0 29.1	45.7	W 104 38	N 14 44	25.0	Pacific, S. of Mexico
Feb	15	16 18.6	56.2	E 20 37	N 35 49	22.8	Mediterranean, S. of Greece
Mar	17	4 32.2	67.4	W 156 23	N 47 40	20.4	N. Pacific, S. of Alaska
Apr	15	14 45.3	68.6	E 59 50	N 45 10	19.1	U.S.S.R., Aral Sea
May	14	23 48.2	57.9	W 75 [illegible]	N 30 23	19.2	Atlantic, E. of USA
June	13	7 42.4	49.5	E 159 04	N 9 19	19.7	Pacific, W. of Marshall Is.
July	12	14 53.4	44.5	E 45 14	S 13 16	19.8	Indian Ocean, E. of Mozambique
Aug	10	21 57.8	51.2	W 62 25	S 33 29	19.5	Argentina
Sept	9	6 23.9	66.1	E 175 46	S 46 47	19.4	S. tip of New Zealand
Oct	8	18 40.7	70.0	E 4 23	S 47 35	20.4	S. Atlantic
Nov.	7	9 52.5	58.6	E 130 05	S 33 39	22.7	S. of S. Australia
Dec	7	4 58.8	49.6	W 161 16	S 11 28	25.0	Pacific, Tokelau

1989 June — *B D Yallop*

The Science and Engineering Research Council [illegible] responsibility for the loss or damage [illegible] information contained in any of its reports or in any communication about its tests or investigations.

اس سے پہلے خور در نگھم نے صفر Azimuth difference پر رویت کے لیے سورج چاند کا زاویہ ۱۲° ، مانڈیر نے ۱۱ اور انڈین جنتری نے ۱۰.۴° مانا ہے۔ ۱۹۳۱ء میں فرانسیسی ماہر فلکیات دانژوں (Danjon) نے حسابی بنیادوں پر یہ ثابت کیا تھا کہ اولین رویت کا امکان اس وقت سے پہلے ہوتا ہی نہیں جب تک سورج سے چاند کی دوری ۷ درجہ نہ ہو چکی ہو۔ ۷ درجہ سے کم پر ہلال بنتا ہی نہیں شروع ہوتا۔ لیکن کیا ۷ یا ۱۰ درجہ پر پہونچتے ہی ہلال لازماً نظر آجائیگا؟ ابھی اس سوال کا جواب قطعیت کے ساتھ اثبات میں دینا مشکل ہے۔ فنی نقطۂ نظر سے اس درجہ کے آس پاس اس کا امکان نظر آتا ہے مگر ابھی تک تجرباتی بنیادوں پر اس کی قطعیت ثابت نہیں ہو سکی ہے اس لیے کہ ساری دنیا میں رویت کا کوئی مربوط نظام موجود نہیں ۔مسلمان صرف رمضان اور عید الفطر پر ہنگامہ مچاتے ہیں اور پھر خاموش ہو جاتے ہیں۔

رویت ہلال کے موضوع پر ڈاکٹر کمال ابدالی نے ۱۹۷۷ء میں نہ صرف ایک اہم مقالہ لکھا تھا بلکہ زاویہ، بلندی اور عمر تینوں کے تناسب کو استعمال کرتے ہوئے ایک کمپوٹر پروگرام بھی تیار کیا تھا جو دنیا میں اولین رویت کی نشاندھی کر سکتا ہے۔ گزشتہ بارہ، تیرہ سالوں میں عالمی رویت ہلال کمیٹی نے جس میں ڈاکٹر ابدالی اور خالد شوکت بھی شامل ہیں اس پروگرام میں اہم تبدیلیاں کی ہیں اور موسمی اثرات کو چھوڑ کر رویت پر اثر انداز ہونے والے سارے ہی عوامل کو پروگرام کا جز بنا دیا ہے۔ یہ پروگرام ۹۹ ٪ سے زیادہ یقین کے ساتھ دنیا میں اولین رویت کا مقام بتا سکتا ہے۔ اگر ساری دنیا سے مصدقہ رویت کی اطلاعات مطلوبہ تفصیلات کے ساتھ اگلے دس سالوں تک جمع کی جاسکیں تو اس پروگرام کو مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

امریکی نیول آبزرویٹری کے ڈاکٹر سیڈل مین اور ڈاکٹر ڈاگٹ نے رویت ہلال کے مسئلہ میں ۴، ۵ سال پہلے کچھ دلچسپی لی تھی لیکن پھر مختلف اسباب کی بنا پر پیچھے ہٹ گئے۔ ڈاکٹر بریڈلی شیفر جو NASA سے متعلق ہیں اب بھی دلچسپی لے رہے ہیں۔ ان کے ۱۹۹۱ء کے حالیہ مضمون میں بھی اس کی طرف پیش رفت ہے مگر ان کے مجوزہ فارمولے KV2 یا KV3 پر سائنسی بنیادوں پر کام کے لیے دس، پندرہ سال درکار ہیں۔

ملائشیا کے ڈاکٹر الیاس نے اسلامی دنیا میں کم از کم خاصا نام پیدا کر لیا ہے اور ان کی کتاب کے کئی ایڈیشن بھی چھپ کر تقسیم ہو چکے ہیں مگر ان کی تحقیقات فنی لحاظ

سے بہت ناقص ہیں اور تجرباتی بنیادوں پر ناقابلِ قبول۔ حالیہ اکتوبر ۹۱ء کی ملائشیا میں ہونے والی کانفرنس میں بھی جو انہی کی سرکردگی میں ہوئی تھی وہ کوئی اہم فنی معلومات فراہم کرنے سے قاصر رہے۔

عملاً اس وقت اسلامی ہجری تقویم کے لیے تین اصول استعمال ہو رہے ہیں۔

۱۔ سعودی عرب کی تقویم اُم القریٰ

اس کے بنانے والے ڈاکٹر فضل احمد صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں: "چاند کی رویت سے کیا مراد ہے آپ کی؟ یہ سوال ٹیڑھا ہے اور جواب کئی Factors پر منحصر ہوتا ہے۔ اس رویت کا تعین علماء دین کو کرنا ہوگا جو وہ ۱۴۰۰ سال سے نہیں کرسکے ہیں اور غالباً اگلے ۱۴۰۰ سال تک بھی نہیں کرسکیں گے۔ حساب سے ہر رویت کا تعین ہوسکتا ہے۔ نیومون کی رویت کا، ۴° رویت کا...... وغیرہ وغیرہ ..... سوائے نیومون رویت کے باقی تمام رویت کا اطلاق ساری دنیا پر نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب انگلش میں ملاحظہ ہو:

"Conjunction is independent of place and time of observation

اس لیے یہ ساری دنیا کے لیے Adopt کیا جاسکتا ہے۔ میں اسی اصول پر رسمی ام القریٰ بناتا ہوں۔"

۹۲-۹۳ء کے لیے رسمی تقویم ام القریٰ میں درج تاریخیں یہ ہیں۔ ساتھ ہی نیومون اور سعودی عرب میں عینی رویت کی ممکنہ تاریخیں بھی دے دی گئی ہیں۔

	۱۹۹۲ء	غیر مرئی نیومون کی تاریخیں	رویت بصری پر مبنی تاریخیں
یکم رجب ۱۴۱۲ھ	۵ جنوری	۴ جنوری	۷ جنوری
شعبان	۴ فروری	۳ فروری	۵ فروری
رمضان	۵ مارچ	۴ مارچ	۶ مارچ
شوال	۴ اپریل	۳ اپریل	۵ اپریل
ذی قعدہ	۳ مئی	۲ مئی	۴ مئی
ذی الحجہ	۲ جون	یکم جون	۳ جون

یکم محرم ۱۴۱۳ھ	یکم جولائی	۳۰ جون	۲ جولائی
صفر	۳۰ جولائی	۲۹ جولائی	یکم اگست
ربیع الاول	۲۹ اگست	۲۸ اگست	۳۰ اگست
ربیع الثانی	۲۷ ستمبر	۲۶ ستمبر	۲۸ ستمبر
جمادی الاولیٰ	۲۶ اکتوبر	۲۵ اکتوبر	۲۷/۲۸ اکتوبر
جمادی الثانی	۲۵ نومبر	۲۴ نومبر	۲۶ نومبر
رجب	۲۵ دسمبر	۲۴ دسمبر	۲۶ دسمبر
شعبان	۲۳ جنوری ۹۳ء	۲۲ جنوری	۲۴ جنوری
رمضان	۲۲ فروری	۲۱ فروری	۲۳ فروری
شوال	۲۴ مارچ	۲۳ مارچ	۲۵ مارچ
ذی قعدہ	۲۲ اپریل	۲۱ اپریل	۲۳/۲۴ اپریل
ذی الحجہ	۲۲ مئی	۲۱ مئی	۲۳ مئی

فضل احمد صاحب نے اپنی مرضی کے مطابق سعودی تقویم ام القریٰ میں Conjunction سے اگلے دن کو اسلامی قمری مہینے کا پہلا دن فرض کرلیا ہے۔ کیا رویت بصری کے مطابق یہ اسلامی قمری مہینے کا پہلا دن ہوگا؟ جواب نہ صرف نفی میں ہے جیساکہ ۱۹۹۲ء میں کرۂ ارض پر اولین رویت کی جدول سے تقابل پر واضح ہوجاتا ہے بلکہ مضحکہ خیز تر صورت یہ ہے کہ ۱۸ میں سے ۸ مہینوں میں غیر مرئی نیومون بھی سعودی عرب میں سورج سے پہلے غروب ہوچکا ہوگا۔ چار مہینوں میں سورج کے ساتھ ہی غروب ہو رہا ہوگا اور صرف ۶ میں سورج کے چند منٹ بعد رویت پر مبنی تاریخوں میں ایک دن تو لازماً اور رجب ۱۴۱۲ھ میں دو دن کا فرق بھی پڑ رہا ہے۔ ساری سعودی تاریخیں نیومون کے اگلے دن کی ہیں۔ رویت بصری کے مطابق مزید ایک دن کی تاخیر ضروری ہے۔

انڈونیشیا، تونس اور الجیریا بھی نیومون سے ہی مہینہ شروع کرتے ہیں اور مشرق وسطیٰ کے اکثر ممالک سعودی تقویم کو بنیاد بناتے ہیں۔

۲۔ مصری اسلامی تقویم

مصری ہجری تقویم کا بنیادی اصول یہ ہے: یکفی دقیقۃً واحدۃً بدلاً

من الدقائق ۲ الخمس بعد غروب الشمس لکی نقول ان الهلال قد ولد اگر سورج کے غروب کے ایک منٹ بعد غیر مرئی نیومون غروب ہو رہا ہو تو مان لیا جائے گا کہ رویت ہوگئی (پہلے یہ وقفہ ۵ منٹ کا تھا)

اس اصول کی پابندی بھی صرف رمضان میں کی جاتی ہے۔ عیدین میں سعودی عرب کا اعلان ہوتے ہی مصری تاریخیں بدل دی جاتی ہیں۔ تین برس پہلے مصر میں عید پر خاصی افراتفری رہی اور حکومت نے درد سر کم کرنے کے لیے فیصلہ کیا کہ غلط سہی مگر آسان یہی ہے کہ عیدین پر سعودی عرب کا ساتھ دیا جائے۔

۳۔ رویت بصری پر مبنی اسلامی تقویم

مراکش سرکاری طور پر اور بنگلہ دیش، ہندوستان، پاکستان اور چند دوسرے ممالک عملی طور پر رویت بصری کو بنیاد مانتے ہیں مگر ہر سال شہادتوں اور دوسرے مقامات سے ملنے والی خبروں کی بنیاد پر ہنگامے ہوتے رہتے ہیں۔ برونئی نے بھی رویت کو سرکاری طور پر نافذ کرنے کی کوشش کی تھی مگر ملائشیا سے ہونے والے اعلانات مسئلہ کھڑا کر دیتے ہیں۔

ڈاکٹر الیاس نے ملائشیا، انڈونیشیا اور مشرق بعید کے اسلامی ملکوں کے لیے ۵ سالہ کلینڈر بنایا تھا مگر اس میں بھی دو فاحش غلطیاں تھیں۔ ایک تو قطعی رویت کا حساب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کئی جگہ ایک دن قبل کی تاریخ کو ترجیح دی گئی ہے۔ دوسرے دی ہوئی تاریخ غلط فہمی اور الجھن پیدا کرتی ہے۔ مثلاً یکم رمضان کے لیے تاریخ ۶ر مارچ درج ہے مگر دئے ہوئے نوٹ کے مطابق ۶ر مارچ کا دن گزر جانے کے بعد غروب آفتاب سے رمضان شروع ہوگا یعنی رمضان کا پہلا دن ۷ر مارچ کا ہوگا ۶ مارچ کا دن اس سے خارج ہے۔ عام مسلمان ۶ر مارچ کی تاریخ درج دیکھ کر ۵ مارچ کی رات سے روزہ شروع کر سکتے ہیں خصوصاً اگر سعودی عرب سے ۵ر مارچ کو رمضان شروع ہونے کی خبر بھی آجائے۔ ملائشیا میں سعودی عرب کی تاریخ کے اتباع پر ایک بار حکومتی کرائسس بھی پیدا ہو چکا ہے۔

ترکی وغیرہ میں عملی دشواریوں کے پیش نظر اسلامی کلینڈر کے لیے اصول یہ تھا

کہ محرم، ربیع الاول، جمادی الاول، رجب، رمضان اور ذی قعدہ ۳۰ دن کے ہوں گے اور ذی الحجہ کو چھوڑ کر باقی مہینے ۲۹ کے۔ ذی الحجہ ۳۰ سالوں میں سے ۱۹ سال تو ۲۹ دن کا ہوگا اور ۱۱ سال ۳۰ کا۔ ۱۹ سالوں میں اسلامی قمری سال ۳۵۴ دن کا ہوگا اور ۱۱ سالوں میں ۳۵۵ کا۔ اس طرح بصری رویت کے مطابق ہی رہے گا جو ۳۵۴، ۳۶ دن کا سال ہے

فقہی بحثیں

رویت ہلال کے مسئلہ کو اب تک علماء اختلاف مطالع، شہادت اور خبر وغیرہ کی بنیاد پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فقہی بحثوں اور اختیار کردہ موقف کی صحت کے بارے میں دلائل کو مراجع میں دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر رویت کے طبعی قوانین درست ہیں (اور ان کے درست نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں) تو یہ تینوں اب اپنی اہمیت کھو چکے ہیں۔

۱۔ اختلافِ مطالع

اب بھی فقہاء اختلافِ مطالع کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں بلکہ عربی میں شائع ہونے والے تقریباً ہر مضمون میں سالوں سے سارا زور اسی پر ہے کہ اختلافِ مطالع معتبر نہیں ہے۔ ایک جگہ رویت ہوگئی (یا اس کی خبر ہی آگئی) تو یہ ساری دنیا کے لیے کافی ہے۔

اگر دنیا چپٹی نہیں بلکہ گول ہے اور رویت کا دائرہ بیضوی ہوتا ہے تو اختلافِ مطالع کی ساری بحث ہی لایعنی قرار پاتی ہے۔ مثالاً یوں سمجھئے، رمضان ۱۴۱۲ھ کے چاند کی رویت ۵ مارچ ۹۲ء کو سنکیانگ (چین) کے کسی مقام سے شروع ہوتی ہے۔ جیسے جیسے سنکیانگ کے مغرب میں سورج غروب ہوتا جائے گا رویت کے بیضوی دائرے میں واقع علاقوں میں رویت ہوتی جائے گی۔ یہ دائرہ ۶ مارچ کو ۲۴ گھنٹے کے اندر دنیا کے بیشتر ملکوں تک وسیع ہو جائے گا۔ سنکیانگ چین سے ہوائی جزائر تک تو ۶ مارچ کا دن رمضان کا پہلا دن ہوگا اور بین الاقوامی تاریخی لائن کے بعد جاپان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، انڈونیشیا وغیرہ میں ۷ مارچ کا۔ سورج بھی بعینہ اسی طرح ۲۴ گھنٹے میں پوری دنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ سورج کی رویت شمالاً جنوباً ہوتی ہے اور چاند کی بیضوی دائرے کے اندر سورج کا دن اور تاریخ مفروضات کی بنیاد پر طے کیا جاتا ہے اور چاند کا رویت کی بنیاد پر۔

نقشہ ۱ اور ۲ کو نظر میں رکھئے۔

مسئلہ اب یہ نہیں کہ اختلافِ مطالع معتبر ہے یا نہیں۔ ساری دنیا بیضوی دائرے کے اندر ایک مطلع ہے مگر ۲۴ گھنٹے میں نہ کہ اسی لمحے جس وقت رویت کسی مقام پر شروع ہوئی۔ علمی لحاظ سے نہ تو یہ قابلِ قبول ہے کہ ہر گاؤں اور ہر شہر کا مطلع الگ قرار دیا جائے اور نہ یہ کہ ایک مقام پر رویت کی تصدیق ہوتے ہی ساری دنیا میں رویت کا اعلان کر دیا جائے۔ یکم شوال ۱۳۹۹ھ کا نقشہ ۱ دوبارہ دیکھئے۔ رویت بحراوقیانوس میں کسی مقام پر شروع ہوئی اور جنوبی امریکہ کے اکثر ملکوں میں ۲۳ اگست ۱۹۷۹ء کو چاند دیکھ لیا گیا مگر شمالی امریکہ ہی نہیں آسٹریلیا سے افریقہ کے مغربی ساحل تک ۲۳ اگست کو رویت محال تھی۔ ان علاقوں میں رویت ۲۴ کو ہوئی۔ رویت بصری کی بنیاد پر جنوبی امریکہ کے ملکوں میں عید ۲۴ کو منائی گئی اور بقیہ دنیا میں ۲۵ اگست کو مگر یہ سب یکم شوال ۱۳۹۹ھ کو ہوا جو دوسرے دنوں کی طرح ۲۴ گھنٹے کا ہی تھا۔ قمری کلینڈر کا ایک دن اور شمسی کی ۲ تاریخیں۔ اب اگر اختلافِ مطلع کو غیر معتبر قرار دے کر آسٹریلیا سے مغربی افریقہ اور شمالی امریکہ میں بھی عید اسی دن منائی جائے جس دن جنوبی امریکی ممالک میں رویت کی بنیاد پر منائی جا رہی ہے تو کتنے ہی مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر ان ملکوں میں یہ ۲۹ واں دن تھا تو کیا رویت کے محال ہونے کے باوجود وہاں عید کر لینا (اور تیسویں دن کا فرض روزہ ترک کر دینا) جائز ہوگا۔ اگر یہ ۲۸ واں دن تھا تو کیا ۲۹ ویں دن عید منائی جا سکتی ہے کیونکہ دنیا میں کسی مقام پر تو رویت ہو ہی گئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

شہادت

اگر شہادت رویت کے بیضوی دائرے کے اندر واقع کسی مقام سے ملی ہے تو ایک گواہ بھی کافی ہے۔ یہ یقینی ہے کہ اگلے ۲۴ گھنٹوں میں بیضوی دائرہ دنیا کے بیشتر حصوں پر محیط ہو جائے گا اور ہر مقام پر جو اس دائرے کے اندر واقع ہوگا غروب کے بعد لازماً رویت ہو جائے گی۔ ابر اور گرد و غبار مقامی رویت کے لیے تو مشکلات پیدا کر سکتے ہیں مگر عالمی رویت کے لیے نہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ دنیا کے ہر مقام پر عین غروب کے بعد وہ مقام ابر آلود ہو جہاں مطلع پر چاند ہے۔ معتبر ترین شہادت تو ماہرینِ افلاک کی ہوگی

M. R. PALYAM, BANGALORE

جو دوربینوں کی مدد سے رویت کا تیقن حاصل کریں گے لیکن عام لوگ بھی اپنے اعتماد و یقین کے لیے ۷×۳۵ ورنہ ۵۰×۱۰ کی بیناکولر استعمال کریں تو بہتر ہے۔ انھیں ذاتی طور یہ یقین حاصل ہو جائے گا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں وہ ہلال ہی ہے کسی جیٹ جہاز کا دھواں یا کوئی اور روشن چیز نہیں۔

شہادت قبول کرنے کے لیے اب صرف گواہ کا عادل ہونا کافی نہیں۔ یہ بھی پیش نظر رکھنا ہوگا کہ وہاں رویت کا امکان تھا بھی یا نہیں۔

اگر رویت کی شہادت بیضوی دائرے کے باہر سے آرہی ہے تو چاہے وہ کتنے ہی افراد کی کیوں نہ ہو اور وہ کتنے ہی عادل کیوں نہ ہوں غیر معتبر ہوگی۔ یہ امر یقینی ہے کہ ان مقامات کے مطلع پر رویت محال تھی۔ جب ہلال وہاں تھا ہی نہیں تو دیکھا کیسے جاتا؟

مثلاً گذشتہ سالوں میں ISNA کی فقہ کمیٹی نے وسطی امریکہ کے ایک شہر وسکانسن کی شہادت پر پورے امریکہ کے لیے عید کا فیصلہ کر دیا۔ اگر فقہ کمیٹی کے سامنے صرف یہی نکتہ ہوتا کہ امریکہ میں جو ہندوستان سے ۵ گنا زیادہ وسیع ہے اور جہاں شہادت کے مقام سے اگلے ۲ ہزار میل مغرب میں بھی کسی کو چاند نظر نہیں آسکا تو وہ شہادت کو مردود قرار دے دیتے۔ جب بحث اس پر محدود کر دی جائے کہ شہادت کا نصاب پورا ہے یا نہیں اور شاہد عادل ہیں اس لیے کہ متہم نہیں تو پھر ایسی فاش غلطیاں ہر سال ہی دہرائی جاتی رہیں گی۔ سعودی عرب میں ۸۶ء سے ۹۰ء تک ہر سال عید اس دن منائی گئی جس دن دنیا میں کہیں اور رویت نہیں ہو سکی۔ ۲ سالوں میں تو اس کے ایک دن بعد نہیں بلکہ ۲ دن بعد دنیا نے ہلال دیکھا۔ جب الجیریا اور تونس کے علماء نے اس مسئلہ کو ۸۶ء کی کانفرنس میں اٹھایا تو انھیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا گیا کہ شریعت میں شہادت کافی ہے باقی کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر دنیا میں کسی اور جگہ ۲ دن تک رویت نہیں ہوئی تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہمیں تو شہادت مل گئی تھی اور یہ کافی ہے۔ (بقیہ دنیا میں بھی بہت سی جگہوں پر اسی سعودی اعلان کو کافی سمجھ لیا گیا تھا اور عید منائی گئی تھی۔)

خبر

ذرائع ابلاغ (ٹیلی فون، ریڈیو، ٹی۔وی اور خبر رساں ایجنسیوں) نے رویت کے مسئلہ

کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔ ایک ملک سے رویت کی خبر نشر کر دی جاتی ہے۔ اس ملک میں رویت کا فیصلہ کن بنیادوں پر کیا گیا اس سے قطع نظر اب فقہی طور پر دوسرے ملکوں میں فیصلہ کی بنیاد یہ ہو جاتی ہے کہ خبر قابل قبول ہے یا نہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کے مکہ مکرمہ کے دفتر سے برقیے چند منٹوں میں پوری دنیا کے اسلامی مراکز میں بھیج دئے جاتے ہیں جو مقامی مرکز کو فون پر اطلاع پہونچاتے ہیں۔ ہر جگہ یہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ جب حرمین سے خبر آگئی تو پھر کا ہے کا انتظار؟ جو لوگ رویت بصری کا تذکرہ بھی چھیڑ دیتے ہیں انھیں فرسودہ خیالات اور کند ذہنی کا طعنہ ملتا ہے۔

خبر چاہے وہ مستفیض ہی کیوں نہ ہو رویت کے بیضوی دائرے کے باہر کے علاقوں کے لیے بے کار ہے اس لیے کہ وہاں رویت ممکن ہی نہیں۔ جب وہاں اگلے دن رویت ممکن ہوگی تو ایک دن پہلے کی خبر پر رمضان کی ابتدا کیسے کی جا سکتی ہے یا عید منا کر ایک دن کا روزہ خراب کیا جا سکتا ہے؟ بیضوی دائرے کے اندر واقع مقامات کے لیے خبر کی ضرورت ہی نہیں رہی اس لیے کہ وہاں تو رویت ہو ہی جائے گی۔ خبر کی اہمیت صرف اتنی رہ جاتی ہے کہ بیضوی دائرے کے اندر جن مقامات پر موسم ابر آلود ہونے کی وجہ سے مقامی رویت نہیں ہو سکی وہاں خبر کو فیصلہ کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ اگر موسم ابر آلود نہ ہوتا تو وہاں رویت یقینی تھی اس لیے کہ وہ بیضوی دائرے کے اندر واقع ہیں۔

۲۹/۳۰ کا مہینہ

اب تک علماء یہ مفروضہ بلا چون وچرا تسلیم کر لیتے ہیں کہ اگر ۲۹ کو رویت نہ ہو تو تیسواں دن پورا کر کے اگلا قمری اسلامی مہینہ شروع ہو جائے گا۔ بات اپنی جگہ اکثر مقامات پر بالکل درست ہے سوائے اس صورت کے کہ جب مہینہ کی ابتدا غلط ہوئی ہو۔ اگر صاف مطلع پر تیسویں دن رویت نہ ہو تو مہینہ کی ابتدا یقیناً غلط تھی۔ رمضان میں خصوصاً اس اصول کو لاگو کرنے کی ضرورت ہے اس لیے کہ اگر رمضان ایک یا دو دن پہلے کسی بنیاد پر شروع کر دیا گیا ہے اور تیس دن کے بعد بھی رویت نہیں ہوئی تو رمضان مکمل نہیں ہوا جس طرح ۳۰ شعبان سے رمضان شروع کر کے ۳۰ رمضان کو عید اس بنیاد پر نہیں کی جا سکتی کہ ۳۰ دن پورے ہو گئے ہیں اس طرح ۲۷ یا ۲۸ شعبان کو رمضان شروع

کر کے تیس دن پورے کرنے کے بعد عید نہیں منائی جا سکتی۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں ذی قعدہ کا چاند لازماً دیکھے جانے کے بعد ہی ذی الحجہ شروع کیا جائے۔ یہ کافی نہیں کہ ذی قعدہ کے ۳۰ دن مکمل ہو گئے ہیں اس لیے اگلا دن یکم ذی الحجہ ہے۔ ۳۰ کو رویت لازمی ہوگی۔

علماء کو ایک اور مسئلہ بھی عالمی رویتِ ہلال کے مسائل حل کرتے وقت پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ اگر رویت کو بنیاد بنایا جائے گا تو ہر قمری مہینہ بیک وقت ۲۹ اور ۳۰ دن کا ہوگا۔ دنیا کے اکثر حصوں میں جو مہینہ ۳۰ کا ہوگا وہ اگلی بار ۲۹ کا رہ جائے گا اور جہاں جہاں گزشتہ مہینہ ۲۹ کا تھا وہاں اگلا ۳۰ کا۔ بڑے بڑے ملکوں مثلاً روس، چین، امریکہ، انڈونیشیا، برازیل، ہندوستان، کناڈا وغیرہ میں یہ صورت اکثر پیدا ہو سکتی ہے۔

موجودہ انتشار کے اسباب

اگر رویتِ ہلال اللہ تعالیٰ کے طبعی قوانین کے مطابق پوری دنیا میں ۲۴ گھنٹوں میں ہو جاتی ہے اور اس کا حساب ۹۹ فیصد وثوق کے ساتھ دنیا کے ہر مقام کے لیے لگایا جا سکتا ہے تو آخر اسلامی دنیا میں ہر سال رمضان اور عیدین پر اتنا انتشار کیوں نظر آتا ہے؟ اگر ۸۲ھ سے ۹۱ھ تک کی رمضان و عیدین کی تاریخیں کی جدول تیار کی جائے تو نظر آتا ہے کہ مسلمانوں نے عموماً ۳ دن اور ۲ بار ۴ مختلف دنوں پر عید منائی ہے یا رمضان شروع کیا ہے۔ دو عیسوی شمسی دنوں/تاریخوں کی بات تو قابلِ فہم ہے مگر تین اور چار کیوں؟ اگر اس انتشار کا تجزیہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل اہم عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔

۱۔ مشرقِ وسطیٰ کے ممالک خصوصاً سعودی عرب نے رویت کی ابتدا میں سبقت لے جانے کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ ۸۶ھ میں شام اور لیبیا نے سعودی عرب کو مات دینے کے لیے اس سے بھی ایک دن پہلے ۲۷ شعبان کو رمضان کا چاند دیکھ لیے جانے کا اعلان کر دیا تھا۔

رویت کے غلط فیصلوں کو منوانے کے لیے یہ ممالک سنتِ رسولؐ کی آڑ لیتے ہیں۔ کبھی ۳۰/۲۹ دن والی حدیث سے اگلا مہینہ شروع کرا دیتے ہیں یا پھر کئی مقامات سے عادل گواہوں کی بات کہہ دی جاتی ہے۔ شیخ طنطاوی اور رابطہ کے حبیب دونوں

الحسین جیسے لوگوں کو یہ کہہ کر چپ کر دیا جاتا ہے کہ قاضی ہم ہیں تمہیں بولنے کا کیا اختیار؟

۲۔ مختلف علاقوں میں علماء کرام اور قاضی صاحبان کی آپسی چشمک اکثر ایک دوسرے سے مختلف فیصلوں پر پہونچنے کا باعث ہوتی ہے۔ مثلاً پشاور اور مردان میں علماء پاکستان کے بقیہ علاقوں سے ایک دن پہلے عید کرنا اور پاکستان کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ہر فیصلے کو ٹھکرانا فرض عین سمجھتے ہیں۔ آج کل افغان مجاہدوں کے پاکستانی کیمپوں میں سعودی عرب کی خبروں پر رمضان و عیدین کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور شیعہ حضرات ایران کے اعلان کا انتظار کرتے ہیں۔

۳۔ مصر میں صدر ناصر کے دباؤ کے تحت ۱۹۶۶ء میں علماء نے نئے غیر مرئی چاند (New moon) کو ہلال تسلیم کر لیا تھا۔ اصول یہ طے ہوا کہ اگر نیا چاند سورج کے غروب کے بعد ۵ منٹ تک یا اس سے زیادہ افق پر موجود ہو تو مان لیا جائے گا کہ اگلا دن اسلامی مہینہ کی پہلی تاریخ ہے۔ ۱۹۸۶ء میں ۵ منٹ کو کم کر کے ایک منٹ باقی رہنا بھی کافی مان لیا گیا ہے۔ مصر سے رویت کے اعلانات خاصے دلچسپ ہوتے ہیں اور ذی الحجہ کے چاند کے سلسلے میں تو مسلسل یہی کہا جاتا ہے کہ مصری وزارتِ اوقاف سعودی عرب کے اعلان کا انتظار کرے گی۔

۴۔ ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں موسم اور غلط شہادتوں کی بنا پر رمضان اور عیدین کی تاریخیں آگے پیچھے ہوتی رہتی ہیں۔

علماء کرام میں سے اکثر رویت کے طبعی قوانین سے ناواقف ہیں اور حساب پر اعتماد کو شرعی تقاضوں کے خلاف گردانتے ہیں۔ قطعی حساب کو بھی ظن و تخمین اور رسول ؐ کی حدیث کے برخلاف کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔

۵۔ مغربی ملکوں میں آباد تعلیم یافتہ مسلمان عموماً مشرقِ وسطیٰ سے آنے والی اطلاعات یا مقامی اسلامی سنٹروں اور مسجدوں سے ہونے والے اعلانات کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ سنٹر اور مسجدیں کسی نہ کسی بیرونی ملک کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ جو سنٹر کسی حد تک رمضان المبارک اور عید الفطر میں رویت کا اہتمام کرتے ہیں وہ بھی شہادت، خبر اور ۲۹/۳۰ کے چکر میں یا "اتحاد" کی خاطر صاف مطلع پر رویت نہ ہونے کے باوجود مجبور ہو جاتے ہیں کہ غلط دن رمضان شروع کریں یا رمضان کے آخری دن عید الفطر منائیں۔ اکثر جگہ

ایسے افراد جو سنتِ رسول اور قرآنی حکم کی تعمیل میں بصری رویت پر عمل کرنا چاہتے ہیں عید کی نماز پڑھنے سے محروم رہ جاتے ہیں اس لیے کہ ان کا مقامی مرکز تو ایک دن پہلے کسی وجہ سے عید منا چکا۔

گذشتہ ۳۵ سالوں سے کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور رویت ہلال کے موضوع پر کوئی ہے جس نے خامہ فرسائی نہ کی ہو اور "آخری مکمل حل" نہ پیش کیا ہو مگر مسئلہ اپنی جگہ موجود ہے اور اس وقت تک موجود رہے گا جب تک علماءِ امت مسائل کو سمجھ کر چند بنیادی فیصلے نہ کریں۔

علماء کرام کے لیے چند تنقیح طلب امور

مندرجہ بالا گزارشات سے یہ تو واضح ہو گیا ہو گا کہ موجودہ دور میں قمری اسلامی تاریخیں طے کرنے کے لیے اختلافِ مطالع، شہادت اور خبر وغیرہ کی سابقہ اہمیت باقی نہیں رہی۔ انسانی علم اور ذرائع ابلاغ دونوں وہاں پہونچ چکے ہیں جہاں مسائل کا مقامی، صوبائی یا ملکی سطح پر نہیں بلکہ عالمی سطح پر حل تلاش کرنا ہو گا۔ یوں بھی مسلمان اب صرف انڈونیشیا سے مراکش تک کے استوائی علاقوں میں محدود نہیں رہے بلکہ ڈنمارک سے فاک لینڈ جزائر تک اور نیوزی لینڈ سے ہوائی جزائر تک شمال، جنوب، مشرق مغرب ہر جگہ پھیل گئے ہیں۔ صرف انڈونیشیا سے مراکش تک کے مسائل کا حل تلاش کرنے سے انتشار میں مزید اضافہ ہو گا 'اتحاد' کا خواب تو کبھی پورا ہی نہیں ہو سکتا۔

اگر مسلمان قرآنی اصول: اھلہ مواقیت ہیں اور سنتِ رسول: لا تصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ میں دی گئی ہدایت سے جدید حسابی اصولوں اور رویت کے طبعی قوانین کو تطبیق دے لیں تو مسئلہ بڑی حد تک خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ اگر سارے مسلمان ممالک 'بصری رویت' کو بنیاد بنالیں تو کمپیوٹر کی مدد سے اگلے سو پچاس سالوں کا حساب بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ ہر قمری مہینے کے بارے میں قطعیت سے بتایا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کن علاقوں میں کس تاریخ کو رویت لازماً ہو گی اور کن جگہوں پر اس تاریخ میں رویت خارج از امکان ہے۔ نقشہ ۱ میں شعبان، رمضان اور شوال ۱۳۹۹ھ تینوں مہینوں میں رویت اور عدم رویت کے علاقے الگ الگ درج

ہیں۔ اس طرح نقشہ ۳ میں بھی یہ واضح ہے۔ دونوں بیضوی دائروں کے درمیان ایک غیر یقینی امکانی زون موجود ہے۔ یہ علاقہ بیضوی دائرہ کے انتہائی شمال اور جنوب میں نو چند ہی میل چوڑا ہے۔ مگر رویت کے اولین مشرقی مقام پر چند سو میل تک پھیلا ہوتا ہے 'غیر یقینی زون' میں رویت کہاں سے شروع ہوگی اس وقت اس کا امکان پوری قطعیت سے نہیں بتایا جا سکتا۔ غیر یقینی زون کی مشرقی حد پر رویت کا امکان بہت خفیف ہوتا ہے۔ اور جیسے جیسے مغرب کی طرف بڑھتے رہیں امکان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ یقینی رویت کا زون آجاتا ہے۔ عموماً یہ غیر یقینی زون ۸ میں سے ۴ مہینوں میں سمندر میں واقع ہوگا اس لیے کچھ زیادہ مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔ اصل مسئلہ ان مہینوں میں ہوگا جن میں یہ 'غیر یقینی زون' کسی ملک کے درمیان واقع ہوگا یا یقینی اور غیر یقینی زون میں حدِ فاصل کسی مسلم ملک کے درمیان سے گزر رہی ہوگی۔ علماء کے لیے اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ اگر رویت کا دائرہ کسی ملک کے درمیان سے گزر رہا ہے تو کیا کیا جائے؟ کیا کسی ایک مقام پر رویت کو سارے ملک کے لیے تسلیم کر لیا جائے؟ یا 'بصری رویت' کے اصول کی پابندی کرتے ہوئے ملک میں دو دن عید منائی جائے؟ اگر ایک ملک میں ایک دن کا اصول لاگو کیا جائے تو 'یقینی عدمِ رویت' کے علاقوں میں اس دن عید منائی ہوگی جو بصری رویت کے مطابق رمضان کا آخری دن تھا۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس اصول کی پابندی کی وجہ سے ایک ہی ملک کے کچھ حصوں میں رمضان ۲۹ کا ہو اور بقیہ حصوں میں ۳۰ دن کا جن مہینوں میں ایک ہی ملک میں دو قمری تاریخیں ہوں گی وہ مزید پیچیدگیاں پیدا کریں گی۔ کیا مصلحتِ عامہ کی خاطر ان مہینوں میں ایک ملک میں ایک ہی تاریخ کا اصول اپنایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ سنتِ رسول کی خلاف ورزی ہو رہی ہو؟ روس اور امریکہ جیسے بڑے ملکوں میں یہ مشکل سال کے ۳، ۴ مہینوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر انتہائی مغرب میں ہونے والی رویت کو ملک کی مشرقی سرحدوں تک وسیع کر دیا جائے۔ تو کیا اس کی کوئی حد ہے؟ یا ۳، ۴ ہزار میل سے زیادہ مشرق تک توسیع کرنا غلط ہوگا مگر ۳، ۴ سو میل مشرق تک وسیع کرنا درست؟ مسلمان ملکوں میں سے انڈونیشیا، ایران، سوڈان، سعودی عرب، نائیجیریا (نیز ہندوستان) کے لیے ہی یہ مسئلہ فی الحال کھڑا ہو سکتا ہے بقیہ ملک اتنے چھوٹے ہیں کہ 'بیضوی دائرہ' ان میں سے اکثر پر پوری طرح وسیع ہوگا۔

یہ ذہن میں رہے کہ اگر اگلے دس بارہ برسوں تک دنیا کے اکثر اسلامی ملکوں سے رویت کی مصدقہ تفصیلی رپورٹیں فراہم ہو سکیں تو اس کمپیوٹر پروگرام کو مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے تاکہ غیر یقینی زون کو مختصر کیا جاسکے۔ مسلمان ملکوں سے عموماً رمضان اور عیدین کی اخباری رپورٹیں ہی ملتی ہیں اور ان پر تکیہ نہیں کیا جاسکتا۔ صرف شمالی امریکہ میں چند مقامات پر ایسے افراد اور کمیٹیاں ہیں جو ہر مہینے پابندی سے رویت کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنی رویت کی رپورٹ کمیٹی کے صدر دفتر کو بھیج دیتے ہیں۔ یہ رپورٹ دن/تاریخ۔ رویت کا اولین وقت، رویت کی مدت، زاویہ، افق پر بلندی، سورج جہاں غروب ہوا تھا وہاں سے ہلال شمال میں تھا یا جنوب میں، شاہدوں کی تعداد اور پتے وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ رپورٹ صرف ۲۹ تاریخ کے ہلال کی مطلوب ہوتی ہے ۳۰ تاریخ کا ہلال تو لازماً نظر آئے گا۔

علماء کے لیے دوسرا اہم تنقیح طلب مسئلہ شہادت اور حساب میں تضاد کا ہے۔ اگر شہادت بیضوی دائرے کے اندر واقع 'یقینی رویت' یا 'غیر یقینی زون' سے آئے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ اگر شہادت 'عدم رویت' کے علاقوں سے آرہی ہے تو کیا کیا جائے؟ کیا حساب کی قطعیت، کی بنیاد پر عینی شہادت کو رد کیا جاسکتا ہے؟ اگر شہادت کئی مقامات سے سیکڑوں افراد کی ہو تو کیا فیصلہ ہوگا؟ مسلم ملکوں سے رمضان اور عیدین کی ملنے والی شہادتوں کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رویت ہلال کا کوئی طبعی قانون بنایا ہی نہیں ہے۔ مسلمان ۲۷ شعبان کو بھی رمضان کا چاند دیکھ لیتے ہیں اور غیر مرئی نئے چاند کو تو پابندی سے دیکھنے کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں۔ رویت غروب سے ½ گھنٹہ پہلے بھی ان کے لیے ہو جاتی ہے اور کبھی اتنی دیر بعد جب چاند کا حسابی غروب ہوئے ۱۵، ۲۰ منٹ گزر چکے تھے۔ شہادت کو پرکھنے کا ایک سیدھا سادا اصول یہ ہے کہ جس مقام سے رویت کی اولین شہادت ملی ہو وہاں سے مغرب میں واقع ہر مقام پر جہاں مطلع صاف ہو رویت لازماً ہونی چاہیے۔ اگر رویت وہاں نہیں ہوئی تو اولین رویت کا دعویٰ غلط تھا۔

حسابی قاعدوں کی بنیاد پر بنائے گئے کلینڈر کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ اس میں ۲۹ اور ۳۰ تاریخیں بہت منضبط ہوں گی۔ ۲۷ شعبان کو ۲۸ یا ۲۹ شعبان نہیں درج کیا جائے گا

جیسا کہ آج کل مشرق وسطیٰ کے اکثر ممالک میں ہو رہا ہے اور جس کی بنیاد پر سادہ لوح افراد اس دن چاند دیکھ لینے کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں جس دن چاند مطلع پر تھا ہی نہیں یا عید یہ کہہ کر ۲۸ رمضان کو منائی جاتی ہے کہ رمضان کے تیس دن پورے ہو چکے۔

خبر چاہے وہ مستفیض ہی کیوں نہ ہو اس کی کوئی اہمیت ان علاقوں کے لیے نہیں ہو گی جو اس مہینے رویت کے بیضوی دائرے کے باہر ہیں۔ ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والی خبر صرف ان علاقوں کے لیے مفید ہو گی جو بیضوی دائرے کے اندر واقع تھے مگر بادل یا گرد و غبار کی وجہ سے وہاں مقامی رویت نہیں ہو سکی تھی۔

بصری رویت کے لیے مناظر (دوربینوں) اور بناکولر کے استعمال میں تو اصلاً کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔ اگرچہ چشمہ لگانے والے شاہدوں کی شہادت رد نہیں کر دی جاتی تو آلات کی مدد سے دیکھے جانے والے ہلال کی یقینی رویت کیوں نہ قابل قبول ہو؟ اصلاً تو شاہدوں کو ۵۰×۱۰ پاور کی بناکولر ساتھ رکھنی چاہیے تاکہ انھیں یقین حاصل ہو سکے کہ جو چیز وہ دیکھ رہے ہیں ہلال ہی ہے جٹ جہاز کا دھواں یا کوئی اور شے نہیں۔

علماء کا یہ کہنا کہ حساب یقینی نہیں یا حسابی قاعدوں سے الگ الگ تاریخیں نکلتی ہیں اس لیے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا درست نہیں حسابی قاعدے منضبط ہیں اور ایک سکنڈ کے ہزارویں حصے تک درست دنیا کے ہر مقام پر ان سے ایک ہی تاریخ نکلے گی۔ فرق پڑتا ہے تو اس لیے کہ کہاں کس تاریخ کا حساب لگایا گیا ہے مثلاً سعودی عرب میں غیر مرئی نئے چاند کا اور مصر میں غیر مرئی مگر سورج کے ایک یا زیادہ منٹ بعد ڈوبنے والے چاند کا اور پاکستان میں مرئی ہلال کا۔ مکہ مکرمہ میں ۷۸ء کی ایک کانفرنس میں ۲۵ اسلامی ملکوں کے نمائندوں نے اسلامی کلینڈر کمیشن کی ۸۷ء اور ۸۸ء کے لیے مجوزہ قمری تاریخیں منظور کر لی تھیں۔ اسی طرح اگلے سالوں کی تاریخیں بھی طے کی جا سکتی ہیں۔ (بدقسمتی سے ان تاریخوں پر عمل درآمد نہیں ہو سکا اس لیے کہ جب وقت آیا تو پھر ہر ملک نے اپنی من مانی تاریخیں ٹھونس دیں)

غیر مرئی نیا چاند

کیا غیر مرئی نئے چاند (New Moon) کو قرآنی لفظ "ہلال" (Crescent)

نقشہ ۵

المملكة العربية السعودية
وزارة الحج والاوقاف
مكتب الوزير

مشروع التقويم الهجري لعام ١٤٠٨هـ

الشهر القمري	تاريخ الاقتران	ساعة الاقتران	تاريخ ميلاد الهلال	ساعة ميلاد الهلال	دخول الشهر	عدد الايام
محرم	٨٧ ٠٨ ٢٤	١١ و٩دق	٨٧ ٠٨ ٢٥	٠٤ و٤٤دق	٨٧ ٠٨ ٢٦	٢٩
صفر	٨٧ ٠٩ ٢٢	٠٣ و٠٩دق	٨٧ ٠٩ ٢٣	١٩ و٤٢دق	٨٧ ٠٩ ٢٤	٣٠
ربيع الاول	٨٧ ١٠ ٢٢	١٧ و٢٩دق	٨٧ ١٠ ٢٣	٠٨ و٠٠دق	٨٧ ١٠ ٢٤	٢٩
ربيع الثاني	٨٧ ١١ ٢١	٠٦ و٣٤دق	٨٧ ١١ ٢١	١٨ و٣٤دق	٨٧ ١١ ٢٢	٣٠
جمادى الاولى	٨٧ ١٢ ٢٠	١٨ و٢٦دق	٨٧ ١٢ ٢١	٠٥ و١٢دق	٨٧ ١٢ ٢٢	٢٩
جمادى الاخرة	٨٨ ٠١ ١٩	٠٥ و٢٧دق	٨٨ ٠١ ١٩	١٧ و١٨دق	٨٨ ٠١ ٢٠	٣٠
رجب	٨٨ ٠٢ ١٧	١٥ و٥٥دق	٨٨ ٠٢ ١٨	٠٥ و١١دق	٨٨ ٠٢ ١٩	٢٩
شعبان	٨٨ ٠٣ ١٨	٠٢ و٤٠دق	٨٨ ٠٣ ١٨	١٥ و٤٦دق	٨٨ ٠٣ ١٩	٣٠
رمضان	٨٨ ٠٤ ١٦	١٢ و١٠دق	٨٨ ٠٤ ١٧	٠١ و٠٣دق	٨٨ ٠٤ ١٨ (*)	٢٩
شوال	٨٨ ٠٥ ١٥	٢٢ و١٢دق	٨٨ ٠٥ ١٦	١٠ و٣٥دق	٨٨ ٠٥ ١٧	٢٩
ذو القعدة	٨٨ ٠٦ ١٤	٠٩ و١٥دق	٨٨ ٠٦ ١٤	٢٢ و٠٢دق	٨٨ ٠٦ ١٥	٣٠
ذو الحجة	٨٨ ٠٧ ١٣	٢١ و٥٤	٨٨ ٠٧ ١٤	١٢ و٠٢دق	٨٨ ٠٧ ١٥	٣٠

(*) نظرا لتأخر الوقت بأمريكا الشمالية عن بقية العالم فإن الهلال يرى بها ليلة السابع عشر

وبعد عرض الجداول شهرا شهرا للعامين ١٤٠٢ هـ و١٤٠٣ هـ وخمسة الأشهر الأولى من عام ١٤٠٤هـ تم الاتفاق والمصادقة عليها بالإجماع ومرفق طي هذا التقرير الجداول المصادق عليها.

(۱۹۸۷-۸۸ء کے اسلامی ہجری مہینوں کی ابتداء پر ۲۵ ملکوں کے نمائندوں نے متفقہ دستخط کیے مگر عمل کسی نے نہیں کیا)

کا مترادف قرار دیا جاسکتا ہے جیسا کہ سعودی اور مصری ہجری کلنڈر بنانے والوں کا اصرار ہے؛ ہلال غروب کے بعد مرئی چاند کو کہتے ہیں جبکہ نیا چاند (New Moon) دن اور رات کے کسی حصے میں بھی واقع ہوسکتا ہے۔ رات کے ۲ بج کر ۳۱ منٹ پر اور صبح کے ۷½ بجے یا دوپہر کے ۳ بج کر ۱۱ منٹ پر۔ مصری اور سعودی ماہرین کا کہنا ہے کہ جس طرح زوال سورج کا قرص (Median) میڈین سے ہٹتے ہی فوری شروع ہوجاتا ہے اسی طرح Conjunction ہوتے ہی ہلال بننا شروع ہوگیا چاہے نظر آئے یا نہ نظر آئے

دان میں سے کچھ نے تو یہ احمقانہ دعویٰ بھی کر دیا تھا کہ New Moon ہلال کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔) نیو مون انسانی آنکھوں سے صرف ان مقامات پر نظر آتا ہے جہاں مکمل سورج گرہن ہو۔ یہ پورا چاند ہے جو مکمل تاریک ہوتا ہے اور سورج کے قرص کو ڈھک لیتا ہے۔ نیو مون ہلال نہیں ہوتا اور نہ ہی فوراً ہلال بننا شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں NASA نے راکٹ پر نصب کیمرے سے نیو مون کی تصویریں لی تھیں ۲ سو کیلومیٹر دور فضا سے لی گئی اس تصویر میں پورا مدھم سا چاند تو دیکھا جا سکتا ہے ہلال نہیں۔ سعودی تقویم ام القریٰ تیار کرنے والے فضل احمد صاحب کا یہ دعویٰ بھی لایعنی ہے کہ New Moon وقت اور مقام کی قید سے آزاد ہوتا ہے New Moon پر اس بیجا اعتماد کا نتیجہ ہے کہ گزشتہ ۲۵-۳۰ سالوں سے سعودی عرب میں رمضان اور عیدین کی ایک تاریخ بھی بصری رویت سے مطابقت نہیں رکھتی۔ دنیا کی کسی رصدگاہ سے یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے (اور ماضی میں بارہا پوچھا گیا ہے) جواب ہمیشہ نفی میں ملے گا (اور ملتا رہا ہے) سادہ سی بات یہ ہے کہ اگر حسابی رو سے غیر مرئی چاند سورج کے غروب سے ۱۵، ۲۵ یا ۳۰ منٹ قبل غروب ہو چکا تھا تو اس کے غروب کے بعد نظر آنے کا سوال ہی کہاں سے اٹھتا ہے؟

غیر مرئی نیو مون کو بنیاد بنانے میں مزید قباحتیں ہیں۔ سب سے پہلے تو دن اور تاریخ کی تعریف بدلنی ہوگی۔ اگر کسی ملک میں نیو مون شام کو ۴ بجے بن رہا ہے اور غروب ۷ بجے ہے تو کیا تین گھنٹے کا روزہ رکھا جائے گا یا صبح سے ہی روزہ شروع کر دیا جائے گا؟ اگر رات میں ۵ بجکر ۵۳ منٹ پر اس کا وقت ہے اور طلوع آفتاب ۵ بجکر ۵۸ منٹ پر ہے تو یہ ۵ منٹ کس دن اور کس تاریخ کا حصہ شمار ہوں گے؟ اگر ظہر کے بعد عید الفطر کا نیو مون بن جاتا ہے تو عید کی نماز اسی شام ادا کی جائے گی یا اگلی صبح کا انتظار کیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ نیو مون کا حساب اگلے سیکڑوں سالوں کا سکنڈ دل کے تیقن سے کیا جا سکتا ہے اور اس میں کوئی 'غیر یقینی زون' بھی نہیں مگر غیر مرئی نیو مون کو بنیاد بنا کر نہ کوئی کلینڈر بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی قرآن و حدیث میں ملنے والے اصولوں کی ہی پیروی کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ رویت کا 'غیر یقینی زون' بہت زیادہ پریشان کن مسئلہ نہیں ہے ۲۰ سالوں میں رمضان اور عیدین میں ۳، ۴ بار ہی ایسی

شکل پیدا ہو گی۔ ان کے لیے علماء کو کچھ فیصلے کرنے ہوں گے جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ اگر ملکی حدود کی پابندی اور ایک ملک ایک تاریخ کا اصول نظرانداز کر کے صرف 'بصری رویت' کو بنیاد بنایا جائے تو سب سے کم پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کسی دوسرے اصول میں چاہے وہ مکہ مکرمہ کو میریڈین ماننے کا ہو یا ایک ہی عیسوی تاریخ پر اسلامی تیوہار منانے کا خبط سبھی میں لاتعداد مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ایک کو حل کرنے کی کوشش میں مزید کئی دوسری دشواریاں کھڑی کر دی جاتی ہیں۔

نقشہ ۔ ۶

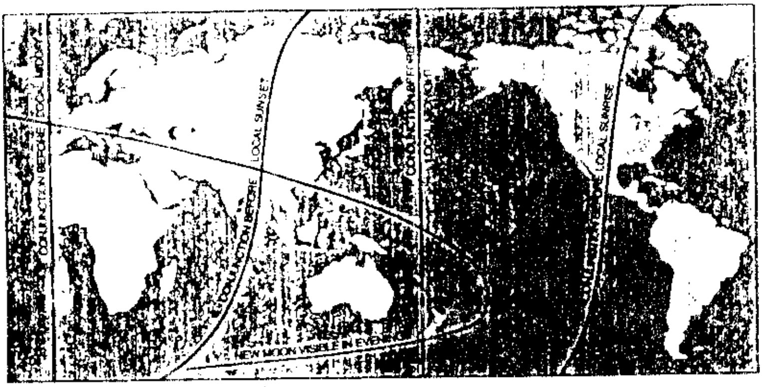

مکہ مکرمہ کو میریڈین بنانے کی تجویز

مکہ مکرمہ کو مسلمانوں کے لیے ام القریٰ کی حیثیت حاصل ہے اور اسلامی قمری مہینوں کے لیے مکہ مکرمہ کی تاریخوں کا احترام بھی ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے مگر مسائل کا حل یہ نعرہ نہیں کہ مکہ مکرمہ کو میریڈین مان لیا جائے۔ یہ کوئی نئی تجویز نہیں ہے گزشتہ ۲۵ سال سے یہ جذباتی نعرہ بغیر سوچے سمجھے لگایا جاتا رہا ہے۔ ڈاکٹر قادری نے بھی اصلاً سارا زور اسی پر صرف کیا ہے۔ مکہ مکرمہ کو میریڈین ماننے کی تجویز یہودیوں کی تقریباً ۲ ہزار سال قبل کی

اس تجویز سے مختلف نہیں جس میں یروشلم کو 'دنیا کی ناف' مان کر یہودی مہینوں کی ابتداء کا یہ اصول بنایا گیا تھا کہ غیر مرئی نیا چاند یا تو اس دن یروشلم سے پہلے بن رہا ہو یا یروشلم سے گزرنے کے تقریباً ۲½ گھنٹے کے اندر ورنہ پھر اگلا دن یہودی قمری مہینے کا پہلا دن ہوگا۔ اس کے باوجود یہودی کلینڈر میں کتنی ہی اور تبدیلیاں کرنی ہوتی ہیں اور اسے منضبط رکھنے کے لیے دوسرے مفروضات کا سہارا لینا پڑتا ہے پھر بھی اسلامی قمری کلینڈر کے ۳۰ سالہ دور کے مقابلے میں یہودی کلینڈر کا دور ۲۴۷ سال کا ہوتا ہے۔

اگر مکہ مکرمہ کو میریڈین مان بھی لیا جائے تو مسائل حل نہیں ہوں گے۔ قمری تاریخی لائن مکہ مکرمہ سے ۱۸۰ درجہ مشرق میں مقرر کرنی پڑے گی۔ یہ بھی فرض کرنے کی ضرورت ہوگی کہ ہر مہینے رویت اسی قمری تاریخی لائن پر شمالاً جنوباً ہوگی۔ اگر مکہ مکرمہ کو قمری تاریخی لائن (ILDL) مان لیا جائے تو یہ مسائل حل کرنے ہوں گے۔

۱۔ مکہ مکرمہ سے گزرنے کے بعد اگر اولین رویت کا بیضوی دائرہ بن رہا ہے تو کیا ہوگا؟

۲۔ اگر رویت کا بیضوی دائرہ مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں کئی ہزار میل پہلے بننا شروع ہوگیا مگر اس تاریخ کو مکہ مکرمہ اس دائرے کے باہر ہی رہا تو قمری تاریخ کیسے طے کی جائے گی؟ (اکتوبر ۱۹۹۱ء میں رویت کا بیضوی دائرہ بہت زیادہ جنوب مشرق سے بننا شروع ہوا تھا اور مکہ مکرمہ اس سے خارج تھا۔)

۳۔ رویت کا بیضوی دائرہ مکہ مکرمہ سے تو گزرا مگر سعودی عرب کا بقیہ مشرقی علاقہ 'عدم رویت' کے زون میں تھا۔ کیا وہاں دو تاریخیں شمار ہوں گی۔ ایک مکہ مکرمہ سے تبوک تک اور دوسری طائف سے یمن کی سرحد تک؟

ان ساری شکلوں میں رمضان کو ایک دن مقدم یا موخر کرنا یا عید کو ایک دن قبل منا لینا کہاں تک درست ہوگا؟ کیا عیدالاضحیٰ یا وقوف عرفات کی تاریخیں تبدیل کی جائیں گی؟ اگر دنیا میں کسی بھی مقام پر اولین رویت کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی تاریخیں ایک دن مقدم کردی جائیں تو یہ فیصلہ درست ہوگا؟ ان سارے علاقوں میں جہاں رویت خارج از امکان تھی عیدالفطر منانے پر رمضان کا ایک روزہ جان بوجھ کر چھوڑنے کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ اگر مکہ مکرمہ میں رویت کے اصول کی بنا پر ان مقامات پر جہاں رویت مکہ مکرمہ سے ایک دن قبل ہوئی تھی قمری مہینے کی ابتدا کو ایک دن موخر کیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ تاخیر

اور تاریخوں میں تبدیلی صرف اس ماہ کے لیے ہوگی یا بقیہ دوسرے مہینوں پر بھی اس کا اثر ہوگا؟ اگر ان تبدیلیوں کی وجہ سے کچھ مقامات پر مہینہ ۲۸ کا اور دوسرے مقامات پر ۳۱ کا ہو جائے تو کیا کیا جائے گا؟ وغیرہ۔

عید الاضحیٰ

قادری صاحب نے اپنے مقالے کا خاصا بڑا حصہ مکہ مکرمہ میں یوم النحر کے دن دنیا بھر میں عید الاضحیٰ منانے کے دلائل پر صرف کیا ہے۔ مختصراً ان کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ ایام معدودات میں 'ذکر اللہ' کا مفہوم یہ بھی ہے کہ غیر حجاج اسی دن عید الاضحیٰ منائیں جو مکہ مکرمہ میں یوم النحر ہے۔

۲۔ مکہ مکرمہ (سعودی عرب) میں رویت کا اعلان "مکہ کے کھلے افق پر چشم دید رویت کے بعد ہی باضابطہ" کیا جاتا ہے۔ (ص۶۱)

۳۔ ام القریٰ کے اذن عام کی بنا پر مقامی رویت ہلال پر مکہ کی رویت کو مرجح قرار دینا پڑے گا۔ (ص۶۳)

۴۔ ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ایام معدودات کا فوری اور قطعی علم دنیا بھر کو ہو جاتا ہے۔ (ص۶۶)

۵۔ مشرق وسطیٰ کے سارے ممالک اور بہت سے دوسرے مسلمان سعودی تاریخوں پر عید الاضحیٰ منا رہے ہیں اس لیے ہندوستان کیوں پیچھے رہے۔ (ص۶۷)

۶۔ صرف مکہ مکرمہ کے یوم العید یا یوم النحر کا مل جانا کافی ہے۔ سارے مسلمان "توافق یوم" کی بنیاد پر عید الاضحیٰ کی نماز اشراق اور زوال کے مابین اپنے اپنے مقامات پر ادا کر لیا کریں۔ (ص۷۵-۷۴) ٹوکیو سے لے کر لاس انجلیز تک تو سارے ملک میں یہ ۵، ۶ گھنٹے مشترک ہیں۔ بقیہ میں مجبوراً اگلے دن عید الاضحیٰ کی جائے ورنہ پورے دن کو یوم النحر مان کر ساری دنیا اسی (شمسی؟) تاریخ پر عید الاضحیٰ منا سکتی ہے۔ (ص۷۷)

یوم الاضحیٰ کا تاریخی پس منظر

ڈاکٹر قادری نے اگرچہ دعویٰ تو یہ کیا ہے کہ "کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جو صریح منصوصات کے خلاف ہو" لیکن اپنے موقف اور دعاوی کی تصدیق میں نہ کوئی نقلی دلیل پیش کی ہے

اور نہ عقلی اور سائنٹفک۔ نہ فقہا، محدثین اور مفسرین میں سے کسی کی رائے نقل کی ہے اور نہ ماہرین علم الافلاک اور رویت کا حساب جاننے والوں کی۔

عیدالاضحیٰ کو 'عیدالحج' قرار دینے پر مصر حضرات نہ صرف تاریخی حقائق اور رویت ہلال کے طبعی قوانین سے آنکھیں بند کرلیتے ہیں بلکہ قرآن وحدیث، فقہی ترجیحات اور تعامل امت کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

تاریخی طور پر یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ مسلمانوں نے ۲ھ سے رسول اللہ صلعم کی ہدایت پر عیدالاضحیٰ منانی شروع کی۔ حج ۹ھ (یا ایک رائے میں صلح حدیبیہ ۶ھ) میں سال بعد فرض ہوا۔ رسول اللہ صلعم نے مدینہ کے گیارہ سالہ قیام کے دوران ایک بار بھی اس کی کوشش نہیں کی کہ مکہ سے یوم النحر کی اطلاع منگوائیں حتیٰ کہ جس سال حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحج بنا کر بھیجا اس بار بھی یہ ہدایت نہیں کی کہ وہ مکہ سے رویت کی خبر بھجوادیں صحاح میں موجود کتنی ہی حدیثیں اس کی تصدیق کرتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہے وہ سفر میں ہوں یا حضر میں عیدالاضحیٰ مقامی رویت کے حساب سے دس ذی الحجہ کو ہی منائی۔ حضرت ام سلمہؓ کی حدیث میں تو: "اذا رایتم هلال ذی الحجة واراد احدکم ان یضحی....." تم میں سے جب کوئی ذی الحجہ کا ہلال دیکھ لے اور اس کا ارادہ قربانی کا ہو تو ــــ" کے صریح الفاظ بھی نقل ہیں۔ کہیں اس کا تذکرہ نہیں کہ تم یوم عرفہ کے دوسرے دن یوم النحر مناؤ یا عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کرو۔ رسول صلعم نے مدینہ میں دس سال قربانی کی ہے اور رویت کے طبعی قوانین کی رو سے کتنی ہی بار ایسا ممکن ہے مکہ میں یوم النحر مدینہ سے ایک دن قبل یا ایک دن بعد ہو جس طرح مدینہ اور دمشق میں ایک دن کے تفاوت کی بات حدیث کریب سے ثابت ہے۔

قرآن میں اصلاً اھلّۃ (Crescents) کو مواقیت کہا گیا ہے؟ اس کا یہ مفہوم کیسے نکل آیا کہ مقامی رویت کو مکہ مکرمہ کی رویت کے تابع کردیا جائے۔ ایاماً معدودات یا ایاماً معلومات کا حج سے تعلق تو ظاہر ہے مگر اس کا یہ مفہوم جو قادری صاحب بتا رہے ہیں کہ "جب (مکہ کی) امارت شرعیہ کی طرف سے رویت ہلال کی تصدیق ہو جاتی ہے اور اس مصدقہ شہادت پر مسلم حاکم کی مہر توثیق ثبت ہو جاتی ہے تو پھر مکہ والوں کا یہ اذن عام عالم اسلامی کے لیے قابل تعظیم اور واجب التعمیل ہو جاتا ہے۔" (ص ۶۲) نہ صرف مختلف پہلوؤں سے محل نظر ہے بلکہ فقہائے امت کے اجماع کے خلاف بھی۔ ائمہ اربعہ

تو درکنار کسی دوسرے فقیہہ نے آج تک یہ مسلک نہیں اپنایا۔ گزشتہ ۱۴۱۰ سالوں سے "توحید ایام" کا نعرہ تو بڑی شد و مد سے لگایا جاتا ہے مگر اس کے منطقی عواقب پر سوچنے کی زحمت نہیں گوارہ کی جاتی۔ فقہاء کا اجماع اسی پر ہے کہ ذی الحجہ کا ہلال بھی عید الفطر کی طرح ہے۔ شہادت وغیرہ کے قوانین اس پر بھی وہی لاگو ہوں گے جو دوسرے مہینوں کے لیے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد: ۱۰ صـ۲۸۱) مکہ مکرمہ میں افراتفری اور جنگ وجدل سے باز رکھنے کے لیے صرف حجاج کرام کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی مقامی رویت کو نظر انداز کر دیں اور جب مکہ مکرمہ میں حج کے لیے پہونچیں تو وہاں کی مقامی رویت کو قطعی تسلیم کرلیں۔ خود حضرت عمرؓ کے دور میں کئی بار ایسا ہوا کہ اکابر صحابہ اپنی مقامی رویت کے حساب سے نویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ حج کی نیت سے پہونچے مگر وہاں دس ذی الحجہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ وہ عمرہ کر کے قربانی دے دیں اور آئندہ پھر حج کے لیے آئیں۔ کبھی بھی اس کا اہتمام نہیں کیا گیا کہ ساری مسلمان مملکت میں مکہ مکرمہ میں یوم عرفہ یا یوم النحر کی اطلاع بھیجی جائے تا کہ سارے مسلمان مکہ مکرمہ میں یوم النحر سے اپنی عید الاضحیٰ کو مطابق کریں۔

سعودی عرب کے سرکاری اعلانات

ڈاکٹر قادری (اور مکہ مکرمہ میں یوم النحر پر ساری دنیا میں یوم الاضحیٰ منانے پر مصر سارے حضرات) یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کا ہلال سب سے پہلے دیکھا جاتا ہے اور یہ کہ ـــــ موجودہ سعودی اعلانات "رویت بصری" پر مبنی ہوتے ہیں۔

پہلا مفروضہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے رویت ہلال کے طبعی قوانین کے صریحاً خلاف ہے۔ عملاً تو ہر سال ۱۲ میں سے ۸ یا ۹ مہینے ایسے ہوتے ہیں جب مکہ مکرمہ یا سعودی عرب میں رویت دنیا کے دوسرے علاقوں خصوصاً اس کے مغرب اور شمال یا جنوب میں واقع ملکوں کے ایک دن بعد ہوگی۔ اگر بفرض محال غیر مرئی نئے چاند (New Moon) کو دھوکہ دے کر مرئی ہلال تسلیم کرا لیا جائے تو بھی conjunction عموماً مکہ مکرمہ سے گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ کو تاریخی لائن (ILDL) یا میریڈین مان لینے سے یا New Moon کو ہلال مان لینے سے اس حقیقت کو نہیں بدلا جا سکتا کہ دنیا کے بہت سے علاقوں میں قمری تاریخ اور دن مکہ مکرمہ سے ایک دن پہلے شروع ہوگا۔ اگر سادہ لوح

حضرات سالوں سے سعودی عرب میں ایک یا دو دن پہلے رمضان اور عیدین کی اطلاعات سے یہ یقین کرنے لگے ہیں کہ واقعتًا وہاں رویت ایک یا دو دن پہلے ہو جاتی ہے۔ جو بالکلیہ غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔

دوسرا مفروضہ (سعودی اعلانات "رویت بصری" پر مبنی ہوتے ہیں) کسی بھی رصدگاہ سے یہ سادا سا سوال کرنے پر غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ "سعودی سرکاری اعلان کے مطابق تاریخ کو وہاں چاند کی رویت ممکن بھی تھی یا نہیں؟" مثلاً" ۱۴۱۱ھ کا حج کا سرکاری اعلان دیکھئے۔ الفاظ سے دھوکا ہوگا کہ اعلان شرعًا معتبر شہادتوں کے بعد کیا گیا ہے اور واقعتًا وہاں ۲۲ جون ۹۱ء کو رویت ہوئی تھی جس کی بنیاد پر یکم جولائی کا حج اور ۲ جولائی کا یوم النحر قرار پایا۔ ذرا کسی رصدگاہ سے پوچھئے کہ کیا ۲۲ جون کو وہاں رویت ممکن تھی؟ ہر جگہ سے ایک ہی جواب ملے گا کہ وہاں تو ابھی غیر مرئی نیا چاند بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ پرانے چاند کی عمر کا کچھ حصہ باقی تھا اور حسابی اعتبار سے چاند سورج سے پہلے ڈوب چکا تھا۔ وہاں اصلاً رویت ۲۳ جون ۹۰ء سے پہلے ممکن ہی نہیں تھی بلکہ اس کا بھی امکان تھا کہ ۲۴ کو ہو یعنی سرکاری اعلان کے ۲ دن بعد ۱۹۹۱ء میں ۱۲ جون کو رویت کا اعلان اور ۲۱ کو حج بھی اسی طرح غلط تھے۔ رویت تو دور رہی ابھی conjunction بھی نہیں ہوا تھا۔ گزشتہ ۲۵ سالوں کا ریکارڈ ایسی ہی چونکا دینے والی اطلاعات سے بھرا پڑا ہے۔ ۹۳ء کی اولین رویت کی جدول سے اس سال کی حج کی تاریخوں کا موازنہ کرنے پر بھی یہ حقیقت سامنے آجائے گی۔

وحدتِ ایام

'وحدت ایام' یا 'توافق ایام' کا نعرہ لگانے والے حضرات اگر مندرجہ ذیل سوالات کا جواب معلوم کرنے کی کوشش کریں تو شاید ان پر مسئلہ کی حقیقت کھل جائے۔

۱۔ کیا اسلامی دن/تاریخ (جو غروبِ آفتاب سے شروع ہوتے ہیں) اور مروجہ شمسی عیسوی دن اور تاریخ میں مطابقت ممکن ہے؟ مروجہ عیسوی/شمسی دن پر یہ اصرار کیوں ہے؟ کیا ضروری ہے کہ جس طرح کرسمس ۲۵ دسمبر کو دنیا بھر میں منایا جاتا ہے اسی طرح عید بھی ۱۲ جون (یا کسی بھی عیسوی مروجہ تاریخ) پر منائی جائے؟ آخر یکم شوال یا دس ذی الحجہ میں کیا نقص ہے؟

۲۔صرف عیدالاضحیٰ نہیں بلکہ ہر اسلامی مہینے کی ابتدا اور اختتام سعودی کلینڈر کے مطابق کیوں نہ کر دیا جائے خواہ اس کی وجہ سے 'رویت' کا اصول بالکلیہ ترک ہی کیوں نہ کرنا پڑے؟

۳۔جن جگہوں پر مطلع صاف تھا اور رویت نہیں ہوئی مگر مکہ مکرمہ کے اعلان کی وجہ سے یکم شوال کی تاریخ مانی گئی وہاں عید منانا جائز ہوگا یا نہیں؟ ان سارے مقامات پہ حسابی اعتبار سے بھی رویت خارج از امکان تھی۔

۴۔اگر (موجودہ صورت میں بفرض محال) مکہ میں رویت کا اصول سختی سے اپنایا جائے تو جن علاقوں میں مکہ مکرمہ سے پہلے رویت ہوگئی تھی وہاں قمری مہینہ کیا ایک دن بعد شروع کرنا ہوگا؟ تاخیر عیدین میں تو شاید فقہی طور پر جائز ہو مگر رمضان میں تو صریحاً غلط ہوگی۔

۵۔اگر مکہ مکرمہ کے سرکاری سعودی اعلان کی وجہ سے دنیا کے کچھ علاقوں میں ذی قعدہ ۲۸ دن کا رہ جائے اور ذی الحجہ ۳۱ دن کا ہو جائے تو کیا یہ گوارا ہوگا؟ اگر صرف عیدالاضحیٰ کا دن/تاریخ بدل دی جائے تو کیا ایک ہی تاریخ دو دن مانی جائے گی (یا ایک تاریخ کم کر دی جائے گی)۔

۶۔جن علاقوں میں رویت مکہ مکرمہ سے پہلے ہوئی ہے وہاں مکہ مکرمہ سے ہونے والے سرکاری اعلان کے نتیجہ میں کیا عیدالاضحیٰ نویں یا آٹھویں ذی الحجہ کو ادا کی جاسکتی ہے؟ قربانی کا کیا حکم ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔

کیا عیدالاضحیٰ حج کے تابع ہے؟

نماز عیدالاضحیٰ اور حج کے باہمی ربط کے بارے میں سورۂ حج کی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے۔ حسابی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے اس لیے اس کے اگلے دن ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے عیدالاضحیٰ ادا کرنا لازمی ہے (چاہے مقامی رویت کے اعتبار سے ۸ یا ۹ ذی الحجہ ہو یا ۱۱) نماز عید اور قربانی ایک دوسرے سے وابستہ ہیں لہٰذا نماز عید حج سے وابستہ یا اس کے تابع ہوگی۔

ڈاکٹر قادری نے ایاماً معدودات سے بھی استدلال کیا ہے اور نکتہ نکالا ہے کہ جب 'عمل ذکر' میں مشابہت ہے تو 'وقت ذکر' میں بھی مشابہت ہونی چاہیے۔

ان دلیلوں کی حیثیت سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل حقائق کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

۱۔ حج کی وجہ سے قربانی واجب نہیں چنانچہ مفرد کے ذمہ قربانی نہیں۔ مگر دنیا کے دور دراز گوشے میں رہنے والے ہر صاحب نصاب مسلمان پر قربانی واجب ہے خواہ وہ عید الاضحیٰ کی نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔

۲۔ اگر حج کا عید الاضحیٰ سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا اس دلیل میں کہا جارہا ہے تو حاجیوں پر عید الاضحیٰ واجب ہوتی مگر ایسا نہیں ہے۔ حجاج کرام عید الاضحیٰ کی نماز نہیں پڑھتے۔

۳۔ حجاج کرام دس ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد کسی وقت بھی قربانی کر سکتے ہیں جبکہ دوسرے مسلمان عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں۔

۴۔ گاؤں اور دیہاتوں میں رہنے والے مسلمانوں پر عید الاضحیٰ کی نماز واجب نہیں مگر صاحب نصاب ہونے پر قربانی واجب ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلعم اور خلفائے راشدین کے دور سے لے کر آج تک 'توافق ایام' کے لیے نہ کوئی قرآنی دلیل ملتی ہے اور نہ عقلی۔

یہ واضح ہے کہ حج اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کا عمل تو ایک ہی ہیں لیکن دو مختلف جگہ دو مختلف چیزوں سے انکا ربط ہے۔ ایک کا تعلق مناسک حج سے ہے اور دوسری کا نماز عید الاضحیٰ سے۔

رہی دوسری بات کہ 'عمل ذکر' میں مشابہت ہے تو 'وقت ذکر' میں توافق کیوں ہو تو خود قادری صاحب کو اس کا اقرار ہے کہ دنیا کے گول ہونے اور دن کے ۲۴ گھنٹہ پر محیط ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں جب حجاج کرام قربانی دے رہے ہوں گے اس وقت دنیا کے بقیہ مسلمانوں کے لیے عید کی نماز ادا کرنا اور قربانی دینا ممکن نہ ہوگا۔ اگر اس وقفہ کو طلوع سے زوال تک وسیع کر دیا جائے تو کرۂ ارضی کا نصف سے زائد 'توافق ایام' کا ثواب حاصل کرلے گا مگر بقیہ محروم رہیں گے اس لیے کیوں نہ پورے یوم النحر کو ایک اکائی مان لیا جائے تا کہ مشرق میں آباد مسلمان ۱۲ گھنٹے پہلے عید الاضحیٰ کی ابتداء کریں اور مکہ میں یوم النحر ختم ہونے تک مغرب میں آباد مسلمان بھی اس میں شامل ہو جائیں۔ اگر مشرقی ممالک میں مکہ سے ۱۲ گھنٹے پہلے عید کی نماز پڑھ لی جائے اور ہوائی کے جزائر تک پہنچتے پہنچتے ۲۴ گھنٹے کے یوم النحر میں بقیہ مسلمان شریک ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟ اگر قرآن وحدیث اور تعامل امت کے مطابق ہر جگہ 'رویت' کی بنیاد پر مسلمان عید الاضحیٰ منائیں تو توافق ایام کی کہیں بہتر شکل یہ

ہو گی کہ رویت کی جہاں سے ابتدا ہوئی ہے وہ لوگ سب سے پہلے عیدالاضحی منائیں گے اور ۲۴ گھنٹے میں پوری دنیا کے مسلمان عید منالیں گے۔ اگر رویت سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے تو وہاں سے یوم النحر کی ابتدا ہو گی۔ اس کے مغرب میں رویت ہوئی ہے تو وہاں سے اور اس کے مشرق میں ہوئی ہے تو وہاں سے۔ قمری تاریخ اور دن ایک ہی رہے دو شمسی تاریخیں اگر ہو بھی گئیں تو کیا ہوا؟

مشابہت کا ذکر نکلا ہے تو یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ صرف "عمل ذکر" اور "وقت ذکر" ہی تک مشابہت کیوں محدود رہے؟ "ہیئت ذکر" میں بھی مشابہت ہو یعنی جب حجاج کرام احرام باندھیں تو دنیا کے سارے مسلمان احرام باندھ لیں، جب حجاج میدان عرفات میں وقوف کر رہے ہوں تو دنیا بھر کے مسلمان قریبی میدان میں جمع ہو کر تلبیہ شروع کر دیں۔ الفاظ ذکر میں مشابہت سے ایک اور مشکل پیدا ہو جائے گی، ایام تشریق کی تکبیرات کو منسوخ کرنا پڑے گا اس لیے کہ حجاج کرام تو ۱۰ ذی الحجہ کو بوقت رمی جمار تلبیہ بند کر دیتے ہیں۔ رمی جمار میں مشابہت بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔ ہر جگہ کنکریاں جمع کر کے میدان کے ایک کونے میں اس کو بھی پورا کر لیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حج اور قربانی میں مشابہت سے انکار کسے ہو گا مگر یہ بہمہ وجوہ مشابہت کیوں ہو؟ نہ صرف قرآن وحدیث 'توافق ایام' کے بارے میں خاموش ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو کرہ بنا کر اس کا طبعی امکان بھی ختم کر دیا ہے۔ اگر ذرائع ابلاغ کی وجہ سے 'توافق اوقات وایام' ہی مطلوب ٹھہرا تو سب سے زیادہ مناسب یہ ہو گا کہ جب حجاج کرام قربانی دینا شروع کریں تو سارے مسلمان اپنی اپنی جگہ عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کھڑے ہو جائیں۔ اگر کہیں دن ہے اور کہیں رات، کہیں صبح ہو رہی ہے اور کہیں شام کہیں اول شب ہے کہیں آخر شب، کہیں سورج غروب ہو رہا ہے کہیں سورج ڈھل رہا ہے تو کیا ذرائع ابلاغ تو دکھا ہی رہے ہیں کہ حجاج کرام قربانی دے رہے ہیں۔ سال میں ایک دن تھوڑی سی تکلیف سہی 'توافق اوقات' کا ثواب تو حاصل ہو گیا۔

قادری صاحب اور ایسے ہی دوسرے دانش وروں کی کوششیں بہت قابل قدر ہیں مگر وہ قلم اٹھانے سے پہلے جغرافیہ اور رویت ہلال کی ابتدائی معلومات یکسو ہو کر دیکھ لیتے تو بہت سے ایسے دعوے نہ کرتے جن کے لیے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ عربی داں

حضرات کو میں 'حسین فتحی' کی کیف نوحد التقویم الھجری فی العالم الاسلامی کے ابتدائی ابواب کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دوں گا۔ اردو میں ضیاء الدین لاہوری صاحب کی رویت ہلال موجودہ دور میں اور مولانا یعقوب اسماعیل قاسمی کی تازہ کتاب "اسلامی ماہ اور رویت ہلال شریعت وعلم فلک کی روشنی میں" خاصی مفید ہوں گی۔ سب سے زیادہ غور سے انگریزی میں چند مضامین کا مطالعہ ضروری ہوگا۔ حسن احمد مینائی مرحوم کے ۴ مضامین

(1) The Hijra Calendar (2) Fixation of lunar dates
(3) Sightability of the New Moon (4) Uniform dates for Islamic festivals

یہ کراچی سے چھپنے والے Islamic Order میں ۱۹۸۰-۸۱ء میں شائع ہوئے تھے۔
میرے مقالات میں سے تین کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

(1) Lunar Islamic Calender – issues and answers (مطبوعہ ۱۹۸۷ء)
(2) Witness or Calculation? (مطبوعہ تحریک) (3) Islamic calender – some perplesing issues (کچھ حصہ ریڈینس ۱۳ اکتوبر ۹۱ء میں شائع ہوا تھا)

Frans Bruin کا مضمون The First visibility of the Lunar Crescent جو ۱۹۷۷ء میں Vistas of Astronomy میں شائع ہوا تھا بہت فنی ہے مگر نامکمل۔ ڈاکٹر ڈاگٹ (Leroy R. Dogget) کا مضمون Predicting the first visibility of the Crescent moon سے ابتدائی فنی معلومات مل جاتی ہیں۔ ڈاکٹر کمال ابدالی کا ۷۸ء کا مضمون On the Crescent's visibility جو الاتحاد جلد ۱۶ نمبر ۲-۱ میں ۷۹ء میں شائع ہوا بہت بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر الیاس کی ملائشیا سے چھپنے والی کتاب Islamic Calendar, Time & Qibla کا چوتھا، پانچواں چھٹا اور ساتواں باب بھی مفید ہیں۔ مگر ان میں بہت سی فنی غلطیاں ہیں اور کئی اہم مسائل میں ایسے فیصلے دے دئے گئے ہیں جو درست نہیں ہیں (مثلاً ص ۱۰۳ پر درج سورج اور چاند کے غروب میں تفاوت کی جدول بے بنیاد ہے۔ اس مضمون میں چند اہم نقشے اور جدولیں شامل ہیں جو مسائل کی تنقیح کے لیے بہت اہم ہیں۔

علماء کرام سے گزارشات

گزشتہ ۴ سالوں میں اردو، عربی اور انگریزی میں رویت ہلال سے متعلق موضوعات

پر بے شمار کتابیں، رسالے اور مضامین لکھے جا چکے ہیں مگر مسئلہ بدستور باقی ہے اور دن بدن بگڑتا جا رہا ہے۔ وحدتِ ایام اور وحدت تقویم کے نعروں سے مزید مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ علما، یا تو اختلاف مطالع کی بحث میں الجھے ہوئے ہیں یا شہادت کے مسائل میں۔ کیا وہ بنیادی طور پر مندرجہ ذیل طبعی اصول طے کر سکتے ہیں۔

۱۔ اسلامی قمری مہینہ صرف بصری رویت، پر شروع ہو سکتا ہے (رویت بصری میں دوربینوں، بناکولر اور دوسرے آلات کی مدد بھی شامل ہوگی)

۲۔ حسابی قاعدوں کی رو سے ہر مہینے یقینی رویت، یقینی عدم رویت اور امکانی رویت کے زون سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ شہادت قبول یا رد کرنے میں علما ان زونوں سے مدد لیں۔ اگر رویت یقینی یا امکانی دونوں سے ملی ہے تو فبہا ورنہ عدم رویت کے زون سے ملنے والی ساری شہادتیں ناقابلِ قبول قرار دے دی جائیں۔

۳۔ یقینی رویت کے زون میں عدم رویت کا سوال ہی نہیں۔ موسم ابر آلود ہونے وغیرہ کی بنا پر چاند نہ بھی نظر آئے تو دوسرے مقامات سے جو زون کے اندر واقع ہیں اطلاع ملنے پر رمضان و عیدین کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ عدم رویت کے زون سے کتنی ہی خبریں ملیں ناقابلِ قبول ہوں گی۔

۴۔ ساری دنیا ۲۴ گھنٹے میں ایک مطلع بن جاتی ہے نہ کہ اسی لمحہ جس وقت کسی مقام پر اولین رویت ہوئی۔ اس طرح اسلامی دن / تاریخ کی وحدت برقرار رہے گی۔

۵۔ ملکی وحدت، وحدتِ ایام اور توافقِ ایام وغیرہ کی بحثیں لایعنی ہیں۔ صرف یہ طے کرنا ہے کہ اگر عدم رویت کا زون کسی ملک کے درمیان سے ہو تو کیا کیا جائے۔ ایک ہی ملک میں دو قمری اسلامی تاریخیں اس ماہ کے لیے تسلیم کی جائیں یا ایک۔

۶۔ قرآنی آیت اور حدیثِ رسولؐ پر عمل کرنے سے ہی فطری اسلامی وحدتِ ایام حاصل ہو گی عیسوی شمسی تاریخ / دن اپنانے سے نہیں۔ جو مسلمان ملک 'رویت' کے اصول کو پسِ پشت ڈال چکے ہیں ان کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

خدا کرے میری یہ گزارشات علما، کرام کو مسائل پر سوچنے کے لیے آمادہ کر دیں آمین

تصنیفی تربیت کے وظائف

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کی طرف سے تصنیفی تربیت کے لیے چھ سو روپیے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔ یہ وظیفہ دو سال کے لیے ہوتا ہے منتخب ہونے والے افراد کو ادارہ کی طرف سے قیام کی سہولت بھی حاصل رہے گی۔

درخواست دہندہ کا کسی معروف عربی مدرسہ کے درجۂ فضیلت یا اس کے مساوی درجہ سے فارغ ہونا ضروری ہے ساتھ ہی ہائی اسکول کے معیار کی انگریزی کی صلاحیت بھی لازمی ہے۔ عربی نہ جاننے کی صورت میں درخواست دہندہ کا ایم اے ہونا ضروری ہے۔ بی اے پاس شدہ افراد بھی درخواست دے سکتے ہیں بشرطیکہ عربی میں اچھی استعداد رکھتے ہوں۔

تحریک اسلامی سے متعلق یا کسی معروف شخصیت کی تصدیق کے ساتھ حسب ذیل معلومات فراہم کی جائیں۔

(۱) نام (۲) عمر (۳۲ سال سے زیادہ نہ ہو) (۳) پورا پتہ۔ (۴) تعلیمی استعداد (اسناد اور مارکس شیٹ کی نقل کے ساتھ۔ (۵) کورس کے علاوہ مطالعہ کی تفصیل (۶) مطبوعہ یا غیر مطبوعہ مضامین کی نقل، اردو، عربی یا انگریزی میں (۷) ان موضوعات کی تفصیل جن سے درخواست دہندہ کو خصوصی دلچسپی ہو۔ (۸) اس کی اشاعت کے ایک ماہ کے اندر درخواستیں بھیج دی جائیں

نوٹ: جو لوگ عربی یا انگریزی میں لکھنا چاہتے ہوں وہ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ ۔۔۔۔ انتخاب انٹرویو کے بعد ہوگا جن لوگوں کو انٹرویو کے لیے بلایا جائے گا انھیں ایک طرف کا کرایہ سکنڈ کلاس مع سلیپر چارجز کے دیا جائے گا۔

جلال الدین عمری۔ سکریٹری ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور، علی گڑھ

اعلان ملکیت سہ ماہی تحقیقات اسلامی۔ فارم ۴ رول ۹

۱۔ مقام اشاعت: پان والی کوٹھی دودھ پور، علی گڑھ، یوپی

۲۔ نوعیت اشاعت: سہ ماہی

۳۔ پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری

۴۔ قومیت: ہندوستانی

پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔ یوپی

۵۔ ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری

پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ، یوپی

۶۔ ملکیت: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ، یوپی

بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی

(۱) مولانا محمد فاروق خاں (صدر) ۱۳۵۲، بازار چتلی قبر، دہلی ۶

(۲) جناب سید یوسف (رکن) **ابوالفضل انکلیو نئی دہلی**

(۳) ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی۔ فریدی ہاؤس سرسید نگر علی گڑھ

(۴) جناب امین احسن رضوی (رکن) **دلشاد گارڈن دہلی۔**

(۵) ڈاکٹر محمد رفعت، شعبۂ فزکس، جامعہ ملیہ۔ نئی دہلی۔

(۶) مولانا کوثر یزدانی ۱۳۵۲۔ بازار چتلی قبر۔ دہلی۔

(۷) پی کے عبداللہ صاحب الامین کنڈی ہاؤس ایرن کوئٹ

(۸) ڈاکٹر حمید اللہ۔ مزمل منزل کمپلیکس۔ علی گڑھ

(۹) ڈاکٹر احمد سجاد۔ بریاتو ہاؤسنگ سوسائٹی، کالونی طارق منزل رانچی

(۱۰) مولانا سید حامد علی۔ میران پور کٹرہ۔ شاہجہاں پور۔ یوپی

(۱۱) سید جلال الدین عمری (سکریٹری)

پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔

مندرجہ معلومات میرے علم و یقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر: سید جلال الدین عمری